

مولانا آزاد لائبریری
مسلم یونیورسٹی علی گڑھ
ڈاکٹر رام بابو سکسینہ کلکشن
(عطیہ: مسز آفتاب سکسینہ)

946

غلامی میں نہ کام آتی ہیں تدبیریں نہ شمشیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

نامۂ تقدیر



از

آنسہ محمودہ رضویہ

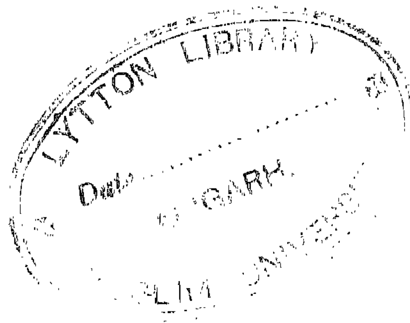
۱۵ دسمبر ۱۹۴۲ء

بار اوّل — قیمت دو روپیہ

باہتمام آصف جاہ کاروانی ایم اے
ہندوستانی دارالاشاعت انجمن ترقی اردو کراچی سے شائع ہوا



والدِ محترم کے نام



فہرست

نامۂ تہدید

(۱)

فتح قساریہ

جب اسلامی افواج قریب قریب تمام شام وفلسطین کو تسخیر
کر چکیں تو حضرت عمرؓ نے حمص میں ابو عبیدہ اور قنسرین میں خالد بن ولید
کو گورنر مقرر کر دیا اور دمشق کی صوبیداری یزید بن ابی سفیان کے سپرد
کی لیکن "قساریہ" ابھی تک رومۃ الکبریٰ سے وابستہ تھا اور ہرقل کا بیٹا
قسطنطین جس کی شادی شہزادی ارمانوس "شاہ مقوقس" والیٔ مصر
کی بیٹی سے ہوئی تھی یہاں کا حاکم بھی تھا۔ ہرقل نے قساریہ کے استحکامات
پر بھروسا کر کے پھر کوشش کی کہ تمام مسلمانوں کو شام و فلسطین سے
نکال دے اس لئے متعصب پادریوں اور بطریقوں کے ذریعہ شمالی
شام کی تمام عیسائی آبادی کے دل میں مسلمانوں کی طرف سے
جذبۂ نفرت پیدا کر کے بغاوت کی آگ بھڑکا دی۔ ابو عبیدہ کو اس
اچانک شورش کا فرو کرنا مشکل ہو گیا بلکہ وہ خود اپنی مختصر سی فوج
کے ساتھ محصور ہو گئے۔ بہرحال دربار خلافت سے امداد طلب کی گئی

اور خالد بن ولید نے حلب پہنچ کر رومیوں کا ناطقہ بند کر دیا۔ قیساریہ چونکہ اب تک رومیوں کے قبضے میں تھا نیز رومی سازشوں کا مرکز بھی اس لئے سر لشکر اسلام کو اس کی فتح کا حکم دیا گیا۔ ۱۹ھ میں اسلامی لشکر آگے بڑھا۔ گھمسان کا رن پڑا جس میں قسطنطین ایک جہاز میں سوار ہو کر یورپ بھاگ گیا اور فتح مسلمانوں کی ہوئی۔ اس شکست نے رومۃ الکبریٰ کی ایشیائی سلطنت کا خاتمہ کر دیا لیکن قیصر روم کے قبضے میں اب بھی یورپ اور افریقہ کے بڑے بڑے ملک تھے اس نے مصر کو اپنی سازشوں کا آماجگاہ بنا لیا اور بندرگاہ اسکندریہ سے شام پر حملے کرنے شروع کر دئے

(۲)

عمواس کی وبا

انھیں ایام میں طاعون کا مرض عراق و شام میں نمودار ہوا اور پھیلتے پھیلتے اسلامی کیمپ تک پہنچ گیا۔ یہاں اس نے وہ تباہ کاری کی کہ تقریباً ۲۵ ہزار مجاہدین کو لقمۂ اجل کر دیا۔ حضرت عمر کو جب اس ہلاکت آفرینی کا علم ہوا تو فوراً مدینہ منورہ سے "عمواس" کی طرف روانہ ہوئے اور ابو عبیدہ سے نقل مکانی کے لئے کہا۔ ابو عبیدہ نے جواب دیا کہ تقدیر الٰہی سے بچ کر ہم کہاں جا سکتے ہیں۔ حضرت عمر نے فرمایا "نفر من

قَضَاءِ اللّٰہِ اِلٰی قَضَاءِ اللّٰہ" اللہ کی ایک تقدیر سے دوسری تقدیر کی طرف بھاگو اور فوج کو حکم دیا کہ اونچے پہاڑوں پر منتشر ہو جائے"۔ ان انتظامات سے فارغ ہو کر آپ ابھی مدینہ واپس پہنچے ہی تھے کہ پادریوں نے یہ کہہ کہہ کر شورش پیدا کرنے کی کوشش کی کہ مسیح علیہ السّلام کا مسلمانوں پر غضب نازل ہوا ہے اور ۴۰ ہزار اسلامی فوج میں سے ۲۵ ہزار سپاہی اس قہر کی نذر ہو گئے ہیں۔ قیصر روم نے بھی بندرگاہ اسکندریہ سے کچھ امداد روانہ کی مگر اسلامی قائد لشکر نے بہت عجلت سے ان تمام چیزوں کا سدّباب کر دیا۔

(۳)

اسباب جنگ

خلیفۂ دوم حضرت عمرؓ کو کچھ ملک گیری کی ہوس نہ تھی اُس وقت تک اُن کی تمام جنگی کارروائی اُس کام کی تکمیل کے سلسلے میں تھی جو حضرت ابوبکرؓ کے عہدِ خلافت میں شروع ہوا تھا یعنی ممالک محروسۂ اسلامیہ کے حدود کو مستحکم کرنا اور حملہ آوروں کے "دفاع" کے لیے ہتھیار اُٹھانا لیکن جب دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں روم الکبریٰ اور عجم کے قیصر و کسریٰ نے مسلمانوں کے مٹانے کی کوشش شروع کی تو مسلمانوں نے ان ہر دو سلطنتوں سے "دفاعی" جنگ شروع کر دی چونکہ تائیدِ غیبی ان کے ساتھ تھی اس لئے

ہر جگہ فتح نصیب ہوئی اور کامیابی نے اُن کے قدم چومے۔

تاریخ اس امر کے شواہد پیش کرنے سے قاصر ہے کہ وہ کیا وجوہات تھے جن کی بنا پر مسلمانوں کو مصر پر فوج کشی کرنی پڑی کیونکہ شاہ مقوقس والئ مصر مسلمانوں کا دشمن نہ تھا اور نہ کبھی اُن سے برسرِ پرخاش ہوا پھر وہ کیا اسباب تھے جنہوں نے مسلمانوں کو مصر پر حملہ کرنیکے لئے مجبور کیا

اس میں شک نہیں کہ مقوقس دشمن اسلام نہ تھا مگر رومی سلطنت کا باجگزار اور اُس کے زیر اثر تھا اس لئے قیصر روم کے اشاروں پر کام کرتا نیز اُس کی بیٹی شہزادی "ارمانوس" ہرقل کے بیٹے قسطنطین کی رفیق زندگی تھی اس لئے بھی مقوقس ہر طرح سے مجبور تھا۔ اور قیصر کے احکام کی خلاف ورزی کرنے سے قاصر۔ قیصر کی مرضی کے مطابق بندرگاہ اسکندریہ سے رومی اور قبطی افواج شام پر تاخت کرتی رہتیں اور رومی جماعت کا ایک بڑا عنصر بھی وہاں موجود تھا جو مصر میں رومی جنگی قوت کو مضبوط کر رہا تھا۔

اسلامی جرنیل عمر ابن العاص کو یہی مناسب معلوم ہوا کہ افریقہ میں رومی قوت کا خاتمہ کر دیا جائے اس لئے صرف چار ہزار سواروں کے ساتھ برق بہار رفتار سے یلغار کرتے ہوئے حدود مصر میں داخل ہو گئے اور شہر رافع پہنچ کر دم لیا وہاں سے حضرت عمر کو تمام حالات

سے مطلع کیا اور لکھا کہ مسلمانوں کے پاس رومیوں کے بحری حملوں کی مدافعت کے لئے قوت ہونی چاہیئے یا اُن کے دفاع کا کوئی علاج۔ کیونکہ تا وقتیکہ اسکندریہ مسلمانوں کے قبضے میں نہیں ہوگا شام خطرہ میں ہیگا

حضرت عمر نے یہ دیکھ کر کہ اسلامی لشکر حدود مصر میں داخل ہو چکا ہے اُس کا واپس بُلانا مسلمانوں کی کمزوری کا باعث سمجھا جائے گا۔ دوسرے یہ کہ اسکندریہ کی بندرگاہ واقعی مفتوحہ ممالک کے لئے ایک دائمی خطرہ ہے۔ تیسرے مصر رومیوں کی سازشوں اور فوجی قوت کا مرکز بن گیا تھا اور چوتھے یہ کہ مصر کی فتح کے متعلق حضور صلعم کی پیشگوئی تھی۔ ان تمام اُمور کو مدنظر رکھتے ہوئے آپ نے عمر ابن العاص کو مصر پر حملے کی اجازت دے دی۔ اور کمک روانہ کرنے کا وعدہ کیا۔

(۴)

شہزادی ارمانوس

عمر ابن العاص نے یوقنا کو جو کہ اک بہادر و تجربہ کار شخص تھا کچھ فوج دیکر دشمن کی دیکھ بھال کے لئے روانہ کیا۔ یوقنا بڑھتا بڑھتا فرمہ تک پہنچ گیا یہاں پہنچ کر دیکھا کہ مصری فوج کی ایک بڑی تعداد اس جگہ خیمہ زن ہے۔ مزید تحقیقات سے معلوم ہوا کہ یہ فوج مقوقس

شاہِ مصر کی دختر شہزادی ''ارمانوس'' کی محافظت کیلئے ہے جو کہ اپنے خاوند قسطنطین کے پاس جا رہی ہے

دختر مقوقس ارمانوس نہایت حسین و جمیل شہزادی تھی حُسن و جمال کے علاوہ قدرت کے فیاض ہاتھوں نے اُسے عقل و دانش فہم و فراست بھی بدرجۂ اتم عطا کی تھی۔ اُس کا خاوند قسطنطین فرزند ہرقل قساریہ کا گورنر تھا۔ شہزادی نے جب قساریہ جانے کا ارادہ کیا تو معلوم ہوا کہ اسلامی لشکر نے وہاں حملہ کر دیا ہے اس لئے سفر ملتوی ہو گیا قساریہ کی شکست کے بعد قسطنطین اپنے باپ کے پاس چلا گیا تو ارمانوس نے بھی بحری راستے سے قسطنطنیہ جانے کی تیاری کی

اب غیر متوقع طور پر اسلامی فوج دیکھ کر ارمانوس سٹپٹا گئی لیکن تمام اُمور مدِ نظر رکھتے ہوئے اپنے لشکر کو ترتیب دیا اور مقوقس اپنے والد کو اسلامی لشکر کی یلغار کی اطلاع دی۔ اس کے بعد یوقنا کے مختصر سے لشکر پر شدت کا حملہ کر دیا۔ شام تک برابر کا مقابلہ رہا یہاں تک کہ شب دیجور کے سیاہ پردوں نے اس ہولناکی کو روک دیا

لیکن دوسری صبح دونوں لشکر صف آرا ہو ہی رہے تھے کہ شہزادی کو مقوقس کا خط ملا جس میں اُس نے شہزادی کو جنگ سے باز رہنے کی ہدایت کی تھی اور لکھا تھا کہ اسلامی لشکر کے سردار کو ہمارا

سلام پہنچاؤ اور ہماری طرف سے پیغام دو کہ تنازعہ فیہ اُمور کا بالمشافہ فیصلہ کر لے۔ ارمانوس نے وہ خط بجنسہ یوقنا کے پاس بھیج دیا جسے پڑھکر یوقنا نے میدانِ جنگ سے واپس ہونے کا ارادہ کیا لیکن اسی اثنا میں عمر ابن العاص جو واقعات سے بے خبر تھے اور دونوں فوجوں کو ایک دوسرے کے مقابل صف آرا دیکھ چکے تھے عقب سے ارمانوس کے لشکر پر حملہ آور ہوئے اور اُسے شکست دیکر شہزادی کو گرفتار کر لیا

تاہم جب یوقنا سے مقوقس کے خط کا علم ہوا تو عمر ابن العاص نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور ارمانوس سے معافی طلب کرکے نہایت عزت و احترام کے ساتھ اسے شاہِ مصر کے پاس بھیج دیا۔ اسلامی جرنیل کے اس کریمانہ سلوک کا مقوقس کے دل پر نہایت گہرا اثر ہوا۔ اور اُس نے حتی الامکان مسلمانوں کے ساتھ جنگ کرنے سے محترز رہنے کا ارادہ کر لیا

(۵)

معرکہ جات

مصریوں میں ایک مثل مشہور تھی کہ ایک مختون قوم اُنھیں رومیوں کے مظالم سے نجات دلائیگی۔ عام طور پر قبطیوں کا خیال تھا کہ چونکہ مسلمانوں میں ختنے کی رسم ہے نیز تھی نیز مسلمانوں نے ایشیا میں پے در پے رومیوں کو شکست دی اس لیے افریقہ میں بھی

ضرور کامیاب ہوں گے۔ شاہ مقوقس کو جب سے آنحضرت صلعم کا مکتوب ملا تھا اُس کا رجحانِ طبع اسلام کی طرف ہو چکا تھا۔ رومی بھی مقوقس کے اس میلان سے واقف تھے اور وہ جانتے تھے کہ شاہِ مصر جو امداد رومی حکومت کو دے رہا ہے وہ جبراً و قہراً ہے دل سے نہیں شہزادی ارمانوس سے مسلمانوں کا یہ کریمانہ سلوک دیکھ کر مقوقس کو موقع مل گیا کہ وہ اہلِ اسلام کے اعلیٰ اخلاق کا ذکر کرکے ارکانِ سلطنت کو جنگ سے باز رکھنے کی کوشش کرے اس لئے عمر بن عاص کو دربار میں بُلا کر شرائطِ صلح کی گفت و شنید کی گئی۔

مگر متعصب پادریوں اور سازشی رومی عنصر نے صلح نہونے دی اور مقوقس کے دوسرے بیٹے ارسطولیس کو اپنے ساتھ شامل کرکے جنگ چھیڑ دی لیکن "عین الشمس" کے معرکے میں شکست کھائی۔ مقوقس نے اس شکست کو غنیمت جان کر مسلمانوں سے صلح کر لی مگر جس مقصد کے لئے مصر پر لشکر کشی کی گئی تھی وہ تا حال حاصل نہیں ہوا تھا کیونکہ اسکندریہ ابھی تک رومیوں کے قبضے میں تھا اور وہ وہاں سے حسب منشا شام پر حملہ آور ہو سکتے تھے اس لئے عمر ابن عاص نے اسکندریہ کا رُخ کیا اور بائیس روز میں خشکی کا راستہ طے کرکے وہاں حملہ کر دیا۔ چونکہ سمندری راستے پر رومیوں کا قبضہ تھا اسلئے قسطنطنیہ سے برابر امداد

پہنچتی رہی جب محاصرے نے طول کھینچا تو عمرابن العاص نے دربار خلافت سے امداد طلب کی ادھر برقہ کے حاکم نے رومیوں کو زبردست کمک روانہ کر دی۔ اسی اثنا میں خالد بن ولید بھی مع اپنے ہمراہیوں کے مصر پہنچ گئے۔

رومیوں نے مسلمانوں کو زیادہ پریشان کرنے کیلئے بندرگاہ "یافہ" پر حملہ کر دیا اور وہاں سے "رملہ" پہنچ کر مسلمان بچوں خواتین اور مریضوں کے کیمپ کو لوٹ لیا۔ گیارہ سو نفوس گرفتار کیے گئے ان اسیروں میں ضرار بن الازور۔ دوس بنی عم ابو ہریرہ اور چند دوسرے مشہور مجاہدین تھے

شام کے گورنر کو جب اس حملہ کا علم ہوا تو اُسنے عمرابن العاص کو لکھا کہ فوراً اسیروں کو رہا کراؤ۔ عمر تو اسکندریہ میں مصروف تھے انھوں نے خالد بن ولید کو پیغام پہنچایا کہ جس طرح ہوسکے مسلمان اسیروں کی رہائی کی تدبیر کی جائے

خالد بن ولید طائف۔ وادئ القریٰ و دیگر قبائل کو ساتھ لے کر بڑھے اور رومی لشکر پر صاعقہ کی طرح عین اُس وقت جا پڑے جب کہ وہ اسیروں کو کسی محفوظ مقام پر لے جا رہا تھا۔ تمام قیدی رہا کرائے گئے اور خالد مظفر و منصور اسکندریہ کی طرف روانہ ہوئے اور

عمر کے ساتھ شریکِ محاصرہ ہو کر بالآخر اس شہر کو فتح کر لیا۔ اس تسخیر سے مسلمانوں کا مصر پر پوری طرح قبضہ ہو گیا اور اہل مصر نے رومی مظالم سے نجات حاصل کی۔

(۵)

نذرِ نیل

جب اسکندریہ کا محاصرہ جاری تھا تو مسلمان یہ چاہتے تھے کہ دریائے نیل طغیانی پر نہ آئے اور اس کی طغیانی سے پہلے پہلے اسکندریہ فتح ہو جائے کیونکہ بصورتِ دیگر اسلامی لشکر کو محصور ہونے کا خطرہ تھا دوسری طرف رومیوں اور مصریوں کی دلی خواہش تھی کہ دریا سیلاب بداماں ہو جائے تو مسلمانوں کیلئے رسد رسانی کے راستے بند ہو جائیں۔

بہرحال اسکندریہ فتح ہو گیا۔ طغیانی کا وقت بھی گزرتا چلا گیا اور نیل کے پانی میں روز بروز کمی آنے لگی۔ اہلِ مصر پریشان ہو گئے کیوں کہ اس ملک کی تمام زراعت نیل کی مرہونِ منت ہے اور اہلِ مصر کی زندگی کا انحصار اسی طغیانی پر ہے

زمانۂ قدیم سے اہلِ مصر میں رسم چلی آتی تھی کہ جب کبھی وقتِ مقررہ پر دریائے نیل میں سیلاب نہ آتا تو ایک حسین و جمیل دوشیزہ کو اسکی "نذر" کرتے تھے یعنی دریا کی منجدھار میں غرق ہونے کیلئے

چھوڑ دیتے چنانچہ ان قدیم روایات کے مطابق اب بھی انھوں نے ایک جمیل ترین دوشیزہ کو "عروسِ نیل" بنایا اور بیش بہا پوشاک و زیورات سے ملبوس کر کے غرقِ دریا کرنے کی غرض سے لے کر چلے۔

اتفاق سے وہ مسلم خواتین جو کہ مصر میں قبائل طائف اور وادی القریٰ کے لشکر کے ساتھ آئی تھیں اور اُن کے علاوہ وہ جنھوں نے خالد بن ولید کے ہاتھوں رہائی پائی تھی اس تماشے کو دیکھنے کی غرض سے ساحلِ نیل پر پہنچ گئیں جہاں یہ رسمِ وحشیانہ ادا ہونے کو تھی اور نہایت حیرت و استعجاب سے ان تمام رسومات کو جو کہ دوشیزہ کو دریا کی نذر کرنے سے پہلے ساحل پر ادا کی جا رہی تھیں بہ نظرِ تاسف دیکھتی رہیں لیکن جب چند تنومند مضبوط نوجوانوں نے "عروسِ نیل" کو زبردستی "زورقِ عروسی" میں بٹھایا اور لڑکی نے اپنے اقارب سے جدائی کے وقت ایک فلک شگاف چیخ ماری تو قبیلہ حمیر کی ایک مسلم خاتون نے فوراً کشتی میں چڑھ کر لڑکی کا ہاتھ پکڑ لیا۔ اب خولہ اور اُن کے ساتھ طائف کی خواتین نے لڑکی کو اپنے قبضے میں کر لیا مصریوں کے دیکھتے دیکھتے "عروسِ نیل" رہا ہو گئی اور جانباز مسلم خواتین اسے اسلامی کیمپ میں لے آئیں۔

اب مصری عمائدین کا ایک وفد عمر کے پاس پہنچا اور مسلم

خواتین کے ہنگامہ برپا کرنے اور "عروس نیل" کو چھڑالانے کی شکایت کی اور کہا کہ شرائط معاہدہ کی ایک شرط یہ بھی ہے کہ مسلمان مصریوں کے مذہبی مراسم میں دخل اندازی نہیں کریں گے لیکن مسلم خواتین کا یہ فعل ایک "قدیم مصری رسم" میں صریح دست اندازی ہے

عمرؓ حیران تھے کہ کیا کیا جائے۔ ایک طرف خواتین اسلام کا پاس ادب تھا جنھوں نے شام، فلسطین اور مصر کے معرکوں میں فقید المثال کارنامے انجام دیئے تھے۔ جو لشکر اسلام کی روح رواں تھیں اور جن کی بہادری کے تذکرے خلیفۂ وقت کے دربار میں ہوتے تھے

دوسری طرف معاہدے کی شرط کا پاس تھا۔ مصری بضد تھے کہ جس لڑکی کو "عروس نیل" قرار دیا گیا ہے اُسے اگر غرق آب نہ کیا گیا تو دریا چڑھاؤ پر نہیں آئے گا۔ فصلیں تباہ ہو جائینگی اور ایک جان کے بدلے لاکھوں جانوں کا نقصان ہوگا۔

عمرؓ نے مسلم خواتین سے موقع کی نزاکت بیان کی اور کہا کہ ہر مسلم کو معاہدے کا پاس کرنا چاہیئے جس پر بنی طے کی ایک خاتون نے جواب دیا کہ اسلام نے اس قسم کی بربریت کو سختی سے روکا ہے اور ہم ایسی رسم ادا نہیں ہونے دیں گے۔ علاوہ ازیں "نذر نیل" کی رسم مصریوں کی مذہبی رسم نہیں بلکہ قدیم سے ایک وحشیانہ دستور ان میں

رائج ہو گیا ہے اور وہ اس پر عمل کرتے ہیں"۔ بعدازاں تمام مسلم خواتین نے مجلس مشاورت کر کے فیصلہ کیا کہ ہم ایک معصوم لڑکی کو جسکی جان خطرے میں تھی اپنی پناہ میں لے چکے ہیں اس لئے اُس کی جان بچانا ہمارا فرض ہے اور اب دنیا کی کوئی طاقت اس کو غرقِ آب نہیں کر سکتی اس میں شک نہیں کہ سردار لشکر کی اطاعت ہم پر فرض ہے لیکن اس معاملے کا فیصلہ امیرالمومنین عمر ابن الخطاب پر چھوڑ دیا جائے تو بہتر ہے"۔

یہ سُن کر عمرؓ نے ارکانِ وفد سے پندرہ دن کی مہلت مانگی اور کہا کہ مجھے اس معاملے میں دربارِ خلافت کے احکام پر عمل کرنا ہو گا۔ اور ایک خط لکھ کر جناب عمرؓ کو تمام حالات سے مطّلع کیا اور اُنکی رائے اس معاملے میں دریافت کی۔

(۶)

نامۂ تہنیت

حضرت عمرؓ نے مضمونِ خط سے آگاہ ہو کر قاصد سے لشکرِ اسلام مسلم خواتین۔ مجاہدین۔ مصری رسومات۔ بالخصوص رسم عروسِ نیلؒ کے متعلق دریافت کیا جب آپکو اس قبیح رسم کا پوری طرح علم ہوا تو انھوں نے دختران اسلام کے شریفانہ فعل کو بہت سراہا اور مصری

رسم کو زمانۂ جاہلیت کے عربوں کی وحشیانہ رسوم سے تشبیہ دی اور کہا کہ خواتین اسلام حق پر ہیں کیونکہ انھوں نے اللہ اور رسول کے حکم کی متابعت کی ہے لا تقتلوا اولادکم من خشیۃ املاق

پھر ایک خط آپ نے عمر ابن عاص کے لئے اور دوسرا دریائے نیل کے نام تحریر کیا۔ عمر ابن عاص کو لکھا کہ رعیت سے نرمی کا برتاؤ کیا جائے۔ احکام شریعت پر عمل ہو مسلمانوں کو اُن کی اصل یعنی تقویٰ پر قایم رکھو اور اللہ سے نصرت و مدد طلب کرو اور اس سے ہر وقت ڈرو دوسرا خط دریائے نیل کے نام حسب ذیل تھا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم من عبد اللہ امیر المومنین الی نیل مصر اما بعد فانک مخلوق لا تملک ضرا ولا نفعا۔ فان کنت تجری بحولک وقوتک۔ فانقطع فلا حاجۃ۔ لنا فیک وانت تجری بحول اللہ وقوتہ فاجر کما کنت تجری۔ والسلام

(ترجمہ) یہ خط اللہ تعالیٰ کے بندے امیر المومنین کی طرف سے دریائے نیل مصر کے نام ہے بعد حمد و صلوٰۃ کے معلوم ہو کہ اے دریائے نیل تو ایک ایسی مخلوق ہے جو کسی نفع و نقصان کی مالک نہیں۔ پس اگر تیری روانی تیری اپنی ذات و قوت سے ہے تو لوٹ جا اور طغیانی میں نہ آ تیری ہم کو حاجت نہیں۔ اگر تو مشیت ایزدی کے موجب اللہ کے حکم

سے جاری ہوتا ہے تو جاری ہو جا۔ جس طرح کہ ہمیشہ جاری ہوتا ہے والسلام

پھر سر دو خطوط قاصد کو دیکر فرمایا کہ جلد از جلد مصر پہنچو اور عمر ابن عاص سے کہو کہ مسلم خواتین نے اللہ و رسول کے احکام کی متابعت کی ہے۔ "انسانی قربانی" مذہبی رسم نہیں قرار دی جا سکتی۔ نیز یہ خط دریائے نیل میں ڈال کر قدرتِ خدا کا تماشا دیکھو۔

حضرت عمرؓ کا پیغام جب عمر ابن عاص کو پہنچا تو انھوں نے عمائدین مصر کو جمع کر کے دربارِ خلافت کے فیصلے سے مطلع کیا اور دریائے نیل کے نام جو خط تھا وہ پڑھ کر سنایا۔ پھر مصریوں کو ساتھ لے کر بتبرک زورق یعنی زورقِ عروس (وہ کشتی جس میں مصری عروسِ نیل کو بٹھا کر غرقِ آب کرتے تھے) پر سوار ہو کر دریا کے منجدھار میں پہنچ کر حضرت عمرؓ کا خط پانی میں ڈال دیا۔ ابھی کشتی لوٹ کر کنارے پر بھی نہ پہنچی تھی کہ نیل نے ایک گہرا سانس لیا، ابھرا، بڑھا اور پوری قوت سے پانی چڑھنا شروع ہوا اور شب کی تاریکی سے پہلے پوری طغیانی پر آ گیا۔ لاکھوں آنکھوں نے یہ محیر العقول واقعہ دیکھا اور مکتوبِ عمرؓ کے اعجاز اور کرشمۂ قدرت پر فرطِ تحیر سے وا ہو کر رہ گئیں۔ سینکڑوں قبطی اور دیگر عالی خاندانوں نے قائلِ وحدانیت ہو کر اسلام کی حلقہ بگوشی اختیار کی اور "نامۂ تہدید" کے اعجاز سے تمام مصری آبادی نے بصد افتخار آغوشِ اسلام میں آنا قبول کیا

اب بھی جب کبھی پانچ۔ دس سال کے بعد نیل کی طغیانی میں التوا ہو جاتا ہے تو فلاحین مصر سنتِ فاروقی پر عمل کرتے ہیں خلیفۂ دوم کے مکتوب کی نقل دریا میں ڈال دی جاتی ہے۔ نیل سرِ تسلیم خم کرتے ہوئے جھاگ بہاتا آگے بڑھتا ہے اور کائنات کو جل تھل کر دیتا ہے

تیرہ سو برس اس واقعہ کو ہونے آئے۔ زمانے نے سیکڑوں ہی نشیب و فراز دیکھے اور اپنی عقاب کی سی نظروں سے دیکھتا آرہا ہے کہ "بوڑھا نیل" کس طرح بے چون و چرا "حکم فاروقی" کی اطاعت کرتا ہے

مدعیہ نبوت

الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی (المائدہ)

(آج کے دن تمہارے لئے تکمیل دین کر دی گئی اور اپنی نعمت کو تم پر پورا کر دیا) ـــــــ ہجرت کے بعد مدنی زندگی کے نو سال گزر گئے اس عرصے میں آنحضرت صلعم نے جس قدر حج کئے وہ ماہ ذی الحجہ میں نہ ہونے کی وجہ سے عمرہ کی صورت میں تھے۔ اس مدت میں اسلام نہایت سُرعت سے تمام عرب میں پھیلتا چلا گیا اور مشرک اقوام اک قلیل تعداد میں رہ گئیں آنحضرت نے ابوبکر صدیق رض کو مسلمانوں کا امیر مقرر کر کے حج کے لئے روانہ کیا جناب صدیق کی روانگی کے چند روز بعد "سورۃ براۃ" کا نزول ہوا۔ تو سرور دوعالم نے حضرت علی کو اپنے ناقے پر سوار کر کے مکہ کی طرف روانہ کیا تاکہ وہ اس امر کا اعلان کر دیں کہ (۱) اس سال کے بعد کوئی مشرک کعبہ کے قریب نہ آنے پائے گا (۲) کوئی شخص مشرکین عرب کے دستور کے موافق برہنہ ہو کر طواف کعبہ نہ کر سکے گا (۳) مشرکوں کو چار ماہ یعنی ذلقعدہ۔ ذی الحجہ محرم اور رجب کی مہلت دی جاتی ہے کہ وہ اس عرصہ میں ان شرائط پر غور کر لیں

"حجۃ الوداع"

دسویں ہجری میں تقریباً کُل عرب مسلمان ہو گیا۔ اس سال آنحضرت صلعم مع ازواجِ مطہرات اور صحابۂ کرام عازمِ حج ہوئے۔ ایک لاکھ چوالیس ہزار مسلمان اطرافِ عرب سے بھی جمع تھے۔ یہ بھی عجب کرشمۂ قدرت تھا کہ وہ مقام جہاں پر اللہ کا پیارا نبی کبھی پیغامِ توحید پہنچانے کے لئے اکیلا پھرا کرتا تھا اور کوئی اُس کی طرف متوجہ نہ ہوتا تھا وہاں آج یہ کیفیت ہے کہ ڈیڑھ لاکھ مومنین اس شمعِ رسالت پر پروانہ وار تصدق ہو رہے ہیں۔ ارکانِ حج سے فارغ ہونے کے بعد آنحضرت صلعم نے ناقہ پر سوار ہو کر اک نہایت روح افزا خطبہ پڑھا جس میں آپ نے فرمایا کہ "یہ میرا آخری حج ہے میں تمھارے لئے اک صاف حکم چھوڑ رہا ہوں یعنی کتاب اللہ"۔ پھر فرمایا کہ "آج شیطان اس امر سے مایوس ہو گیا کہ سرزمینِ عرب میں پھر بُت پرستی ہو۔ آج اُن تمام خونوں کا جو زمانۂ جاہلیت میں ہو چکے قصاص معاف کیا جاتا ہے۔ سود کی رقمیں چھوڑی جاتی ہیں اور اے لوگو! تم اپنے رب سے ملنے والے ہو وہ تم سے تمھارے اعمال سے متعلق سوال کریگا"۔ آپ نے اس خطبہ میں دو اُمور پر زیادہ زور دیا اور فرمایا کہ "ہر مسلم دوسرے مُسلم کا بھائی ہے۔ تمھارے حقوق مساوی ہیں اور تم سب پر یکساں ذمہ داری عائد ہوتی ہے۔ یاد رکھو تمھاری بیویوں کے تم پر حقوق ہیں اور

تمھارے حقوق تمھاری بیویوں پر۔ اُن سے نیک سلوک کرو۔ وہ تمھارے ہاتھوں میں خدائے تعالیٰ کی امانت ہیں"

اختتامِ خطبہ پر آپ نے سامعین کی طرف متوجہ ہو کے فرمایا۔ اللّٰھم بلغت۔ کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ سامعین نے جواب دیا اللھم نعم۔ بیشک آپ نے پہنچا دیا۔

حجۃ الوداع سے آپ مدینہ تشریف لائے چونکہ دین کے کامل ہونے کی بشارت مل چکی تھی بلکہ حضورؐ نے خود تبلیغ کو ہی کامل کر دیا تھا اور وہ مشن جس کے لئے جناب باری نے آپ کو مامور فرمایا پورا ہو چکا تھا اس لئے آپ کا سفرِ آخرت شروع ہوا

وفات

سلہ کے اوائل یعنی ماہِ صفر کے آخری ایام میں مدینے پہنچ کر حضور صلعم بیمار ہوئے۔ اس آخری مرض سے دو یوم قبل آپ نے شام کے عیسائیوں کی سرکوبی کے لئے اسامہ بن زید کی قیادت میں ایک لشکر کی روانگی کا حکم صادر فرمایا۔ اسامہ کے والد زید شام پہلی مہم میں شہید ہو چکے تھے اس لئے حضورؐ نے مسلمانوں کو اخوّت و مساوات کا سبق سکھانے کے لئے اپنی بیماری کے دوسرے روز اپنے دستِ مبارک سے علم ان کے ہاتھ میں دیا۔ ابوبکر، عمر، عثمان و علی جیسی عظیم الشان ہستیاں

بھی بطور سپاہی اسامہ کے ماتحت کی گئیں۔ چونکہ اسامہ کے والد زید
آزاد شدہ غلام تھے۔ غلام زادہ کو سرعسکر قرار دینے کا مطلب یہ تھا کہ
عربوں سے خاندانی تفاخر اور حسب و نسب کا گھمنڈ نکل جائے اور اِنَّ
اَکرمکم عند اللہِ اتقاکم" کی تفسیر بن جائیں جس وقت یہ لشکر مدینہ
سے روانہ ہوتا ہے تو جلیل القدر صحابہ مہاجر اور انصار پیدل چلتے
ہوئے مدینہ سے باہر پہلی منزل تک پہنچاتے ہیں چونکہ آنحضرت صلعم کا
مرض خطرناک صورت اختیار کرتا جاتا تھا اس لئے اسامہ نے کوچ
ملتوی کر دیا اور پہلی منزل پر مقیم ہو گئے

حضور صلعم ازواج مطہرات کی اجازت سے ایام مرض میں
حضرت عائشہ کے حجرہ میں قیام فرمایا اور سات آٹھ روز تک بیماری
کی حالت میں ہی مسجد میں آکر امامت فرماتے رہے مگر زیادہ گفتگو
نہ کر سکتے تھے جب کمزوری زیادہ بڑھ گئی تو ابو بکر صدیقؓ سے فرمایا
کہ نماز پڑھایا کریں۔ ایک روز قدرے افاقہ ہونے پر آپ نے حجرہ
کا پردہ اٹھا کر صحن مسجد میں قدم رکھا اور مسلمانوں کو مصروف نماز
دیکھ کر ازحد مسرور ہوئے۔ بعد فراغت نماز فرمایا کہ" اللہ تعالیٰ
نے بندہ کو اس دنیا کی زندگی میں جو اس کے پاس ہے اختیار دیا
اور بندہ نے جو اللہ کے پاس تھی اسے چن لیا۔ ابو بکر صدیقؓ نے اس تقریر

سے نتیجہ نکالا کہ حضورؐ اپنی وفات کا اشارہ فرما رہے ہیں اور شدت تاثر سے وہ رو پڑے۔ پھر آنحضرتؐ نے مہاجرین کو نصیحت کی کہ وہ انصار سے نیک سلوک کریں۔ اس کے بعد نقاہت کی وجہ سے اپنے حجرے میں واپس تشریف لے آئے ضعف رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔ زبان مبارک پر اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی جاری ہو گیا اور ۱۱ھ ماہ ربیع الاول بارہ تاریخ یوم دوشنبہ کو ترسیٹھ سال کی عمر میں آپ رفیقِ اعلیٰ سے جا ملے اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ مُحَمَّدٍ

انتخاب خلافت

غروب آفتاب رسالت کی خبر بجلی کی طرح مدینہ میں پھیل گئی مہاجرین مسجد نبوی میں اور انصار ثقیفہ بنی ساعدہ (Saqifa Bani Saadah) میں جمع ہونے شروع ہوئے ایک انصاری نے حضرت عمرؓ کو اطلاع دی کہ انصار ثقیفہ بنی ساعدہ یعنی مدینہ کے کونسل ہال میں جمع ہو کر امیر کے انتخاب کی تجویز کر رہے ہیں۔ ادھر مہاجرین کو بھی فکر دامنگیر ہوا۔ اس نازک حالت کو دیکھ کر حضرت عمرؓ مسجد میں تلوار لے کر کھڑے ہو گئے کہ یہ تشویشناک خبر زیادہ پھیلنے نہ پائے۔ اسی اثنا میں حضرت ابوبکرؓ عائشہ صدیقہ کے حجرے میں گئے۔ آنحضرتؐ کے چہرہ مبارک سے چادر اٹھا کر رخ انور کو دیکھا۔ پیشانی مبارک کا بوسہ

لیا اور مسجد میں واپس آئے۔ مہاجرین کے جوش و ولولہ کو دیکھکر آپ نے خطبہ پڑھا اور فرمایا "جو شخص محمد صلعم کی عبادت کرتا تھا وہ جان لے کہ محمد صلعم وفات پاگئے اور جو کوئی تم میں سے اللہ کی عبادت کرتا ہے وہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ زندہ ہے اور کبھی نہیں مریگا" پھر قرآن شریف کی یہ آیت تلاوت فرمائی وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِہِ الرُّسُلُ (آل عمران) کہ محمد صلعم ایک رسول ہیں۔ آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں پس ضروری تھا کہ آپ بھی کبھی وفات پائیں"

اس خطبہ سے سامعین کے دلوں پر خاص اثر ہوا۔ پھر آپ ابو عبیدہ اور حضرت عمر کے ساتھ ثقیفہ بنی ساعدہ کی طرف روانہ ہوئے اس کونسل ہال میں سعد بن عبادہ کی تقریر ہو رہی تھی اور قریب تھا کہ انصار انھیں امیر منتخب کرلیں کہ حضرت ابو بکرؓ اٹھے اور فرمایا "کہ انصار نے جو دینی خدمات کی ہیں اُن سے کون منکر ہو سکتا ہے وہ ان خدمات سے ایک خاص فضیلت اور ممتاز درجہ حاصل کر چکے ہیں لیکن ملک عرب قریش کے سوا کسی دوسرے کی امارت پر راضی نہیں ہوگا" یہ سُن کر ایک انصاری بول اُٹھے کہ "ہم نے رضائے الٰہی کے لئے جہاد کیا اور اب اسلام کی فلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے اس امر پر رضامند ہیں کہ قریش میں سے امیر کا انتخاب ہو۔ ہم جس طرح حضرت رسول اللہ کے معاون

رہے اسی طرح اُن کے جانشین کے مددگار رہیں گے" یہ سُنکر حضرت عمر اور ابوعبیدہ نے ابوبکر صدیق کی بیعت کی پھر تمام انصار نے اور بعد ازاں مہاجرین نے۔ اس طرح ان بزرگوں کی دوراندیشی اور فکر رسا نے اسلام کو ایک عظیم الشان خطرے سے بچا لیا اور انتخاب خلافت ابوبکر نے ہمیشہ کے لئے فیصلہ کر دیا کہ اسلام میں امیری و بادشاہت وراثت سے نہیں بلکہ انتخاب سے ہے۔

خلافت ابوبکر

فتنۂ و فساد کی اس آگ کو بجھانے کے بعد جو خرمن اسلام کو خاکستر کرنا چاہتی تھی سب سے بڑا مسئلہ دفن جسد مبارک حضور صلعم تھا جسے صدیق اکبر نے اس طرح حل کیا کہ نبی جس جگہ وفات پاتا ہے وہیں دفن ہوتا ہے۔ اس لئے مزار مبارک، عائشہ صدیقہ کے حجرے میں بنایا گیا اس کے بعد مسجد نبوی میں حضرت ابوبکر سے بحیثیت خلیفہ رسول صلعم عام بیعت ہوئی اور آپ نے ایک تقریر کی جس میں کہا کہ "مجھے جو حکومت دی گئی ہے میں اُس کی خواہش نہیں رکھتا اور چاہتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص اس کام کو سنبھالے۔ تم اگر چاہو کہ میں اسی طرح سے کام کروں جیسے حضور صلعم کرتے تھے تو میں عہدہ برآ نہیں ہو سکتا کیونکہ رسول اللہ کی اللہ برتر نے وحی کے ذریعہ عزت افزائی فرما کر آپ کو مضبوط کیا اور میں

صرف اک بشر ہوں اور تم میں سے کسی سے بھی اچھا نہیں بس تُم میری رعایت کرو جب دیکھو کہ سیدھا چلتا ہوں میری پیروی کرو اور جب راہ حق سے بھٹکتا دیکھو تو مجھے درست کرو۔ کوئی قوم اللہ کے راستے میں جہاد کو نہیں چھوڑتی مگر اللہ تعالیٰ اُن پر ذلت وارد کر دیتا ہے"

زمامِ حکومت ہاتھ میں لے کر سب سے پہلا کام یہ تھا کہ اُسامہ بن زید کے لشکر کو ملکِ شام کی طرف روانہ کیا جائے جو تا حال نواح مدینہ میں خیمہ زن تھا۔ آنحضرت کی وفات کی خبر نے عرب میں شورش بھڑکا دی۔ مختلف قبائل بغاوت پر آمادہ ہو گئے اور ان بغاوتوں نے بدامنی کی صورت اختیار کر لی۔

یہاں تک کہ مدینہ پر حملہ کا خطرہ محسوس ہونے لگا۔ ان حالات کے مدِنظر بعض صحابہ نے بتوسل حضرت عمرؓ خلیفۂ اوّل سے درخواست کی کہ لشکر کی روانگی کا حکم منسوخ کر دیا جائے۔ ایسا نہ ہو کہ فوج کے چلے جانے سے دشمنانِ اسلام میدان خالی پا کر دلیر ہو جائیں اور خلافت کا خاتمہ کر دیں ورنہ فوج روانہ کرنی ہی ہے تو اس کی افسری کسی تجربہ کار آدمی کے ہاتھ میں دی جائے مگر جناب صدیقؓ نے حضرت عمرؓ کو سختی کے ساتھ روکا اور کہا کہ "یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ رسول اللہ کے منشا و حکم کے خلاف عمل کیا جائے جس لشکر کو آنحضرت نے روانہ کیا ہے

اسے میں رد کروں؟ اور جس شخص کو حضورؐ سردار لشکر مقرر فرمائیں انھیں
معزول کروں"۔ آخر لشکر روانہ کیا گیا۔ اسامہؓ گھوڑے پر سوار لشکر کی
کمان کرتے جا رہے تھے اور صدیقؓ باوجود سخت اصرار کے بھی لشکر کے
ساتھ پیدل چل رہے تھے اور اسی طرح چلتے ہوئے لشکر کو مدینے کی
حدود سے باہر پہنچا کر واپس تشریف لائے۔

جھوٹے نبی

عساکر اسلامیہ کا شام کی طرف روانہ ہونا تھا کہ مدینہ کی
حالت نہایت مخدوش ہو گئی کیونکہ طلیحہ مدعی نبوت نے اپنے بھائی
کو مدینے کے شمال کی جانب روانہ کیا جس نے بادیہ نشین عربوں کو
بھڑکا کر یثرب پر حملہ کرنے کے لئے اک لشکر جرار جمع کر لیا۔ ملک
شام کے عیسائیوں سے زیادہ عرب کے جھوٹے نبی جو رسول صلعم کی
کامیابی دیکھ کر مختلف حصوں میں پیدا ہو گئے تھے۔ ملک کی
بدامنی بڑھا رہے تھے۔

جس وقت آنحضرتؐ مبعوث ہوئے تو آپ کی اپنی قوم نے
مخالفت کی۔ آپ کے دعوائے نبوت کو باطل قرار دیا اور تمام ملک
سخت ترین دشمن بن گیا۔ مصائب کے پہاڑ توڑے۔ قتل کے
منصوبے کئے اور جنگ کر کے نیست و نابود کرنا چاہا لیکن جب یہ

دُرِ یتیم، اُمّی لقب بےکس و بے یار امدادِ غیبی سے تمام عرب کا بادشاہ بن گیا اور ضلالت و بت پرستی کو عرب سے مٹا چکا تو اس کامیابی سے جل کر کئی حاسد عرب کے مختلف حصّوں میں دعویدارِ نبوّت بن بیٹھے ہر مدعی کے ساتھ اُس کی اپنی قوم میں سے ایک زبردست فوج اور ہزاروں کی تعداد میں جنگجو لوگ تھے مگر ان کا ذہن ہی ہے جس نے دعوائے نبوّت کیا ناکام و نامراد رہا۔

اگر عرب کے لوگ تلوار کے ڈر سے مسلمان ہوئے ہوتے تو جھوٹے نبیوں کو جن کے ساتھ کافی تعداد میں افواج بھی تھیں بہت زیادہ کامیابی حاصل ہونی چاہیئے تھی لیکن قدرت نے انھیں محروم و ناکام رکھ کر بتلا دیا کہ وہ اللہ کی طرف سے ہی نصرت تھی جس کے باعث محمدؐ کامیاب ہوئے اور کامیابی بھی ایسی فقید المثال جس کی نظیر دنیا کی تاریخ پیش نہیں کر سکتی۔

اسود عنسی

نبوّت کے دعویدار جھوٹے نبی یوں تو بہت سے عرب میں پیدا ہوئے مگر ان میں امتیازی چار کو حاصل ہے یعنی (۱) اسود عنسی (Aswad Ansi) (۲) مسیلمہ کذاب (۳) طلیحہ اسدی اور (۴) سجاع۔ ان چار میں سے پہلے دو کے متعلق آنحضرتؐ نے فرمایا تھا

کہ قتل کئے جائیں گے اور یہ پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی

اسود عنسی نے یمن کے ایک قبیلہ میں نبوت کا دعویٰ کیا۔ یہ
شخص اس قبیلہ کا سردار اور اپنی قوم میں صاحبِ دولت و ثروت تھا
اس نے آہستہ آہستہ قرب و جوار کے سرداروں کو جمع کر کے اُن کے ذریعہ
اپنی قوت کو بڑھایا اور کافی طاقتور ہو جانے پر آنحضرتؐ کے عاملوں کو یمن
سے نکلوا دیا۔ سنہ ۱۰ھ میں نجران پر قابض ہو گیا پھر صنعا دارالخلافہ یمن پر حملہ
کر کے وہاں کے حاکم شہر بن باذان کو قتل کر کے اُس کی بیوہ سے شادی کر لی
اُس کے دعویٰ و بغاوت کی اطلاع پر حضورؐ نے معاذ بن جبل اور دیگر
عمال کو اس فساد کے انسداد کے لئے بھیجا۔ آخر شہر بن باذان مقتول
حاکم کے ایک عزیز فیروز دیلمی نے اُس کو قتل کر دیا۔ یہ واقعہ وفات رسولؐ
سے دو یوم قبل ہوا مگر اسود عنسی کے قتل سے بھی یمن میں امن قائم نہ ہو سکا
کیونکہ آنحضرت صلعم کی اطلاع وصال پر یمنی شوریدہ سروں نے بغاوت عام کر دی

دوسرا مدعی نبوت مسیلمہ کذاب تھا۔ یہ شخص بنی حنیفہ سے تھا
اس کی قوم کی طرف سے جو وفد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا
تھا۔ اس کے ارکان میں مسیلمہ بھی شریک تھا۔ اُس نے اپنے ملک میں
واپس جا کر نبوت کا دعویٰ کیا۔ کچھ عرصہ کے بعد دوبارہ مدینہ آیا۔ اور
حضورؐ کی خدمت میں خط لکھا کہ "مجھے بھی امر نبوت میں آپ کا شریک

شریک کیا گیا ہے۔ اس لئے نصف ملک آپکا ہے اور نصف میرا۔ آپ نے مسیلمہ کو جواب لکھا کہ "ملک سب اللہ کے لئے ہے وہ جسے چاہتا ہے اس کا وارث بنا دیتا ہے اور عاقبت صرف متقیوں کے لئے ہے" مسیلمہ نے اس جواب سے مشتعل ہو کر "یمامہ" میں علم بغاوت بلند کیا اور ابوبکر کے زمانۂ خلافت میں مسلمانوں سے جنگ کرتا ہوا مارا گیا

تیسرا مدعی نبوّت طلیحہ اسدی۔ علاقہ نجد کا مشہور بہادر سردار تھا۔ اُس کی قوم بنی سعد اُس کے ساتھ تھی اور ہر طرح سے معاونت کرتی تھی۔ اس نے بھی دوسروں کی دیکھا دیکھی نبوّت کا دعوٰی کیا اور اعلانِ بغاوت کر دیا لیکن خلافت ابوبکر میں خالد سیف اللہ سے شکست کھا کر شام کی طرف بھاگ گیا۔ جب اُس کی قوم کو ابوبکر صدّیق نے جرم بغاوت سے معافی دے دی تو شام سے واپس آ کر حلقہ بگوشِ اسلام ہوا اور حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں فتح عراق میں نہایت بہادری سے لڑ کر ناموری حاصل کی۔

چوتھی مدعیۂ نبوّت

جب عرب کے گوشے گوشے سے کاذب نبیوں کے دعوٰیٔ نبوّت کی آوازیں فضا کو مکدّر کرنے لگیں تو خواتین کو بھی مدعیہ بننے کا شوق چرّایا۔ اس میں شک نہیں کہ زمانۂ جاہلیت اور

کے وقت عرب میں بے شمار خواتین شعر گوئی سحر کاری میں شہرہ آفاق اور کاہنہ و راہبہ تھیں لیکن اس سے زیادہ کسی امر کی مدعیہ نہیں بنی تھیں سجاح ہی ایک ایسی عورت نکلی جس نے اسود علنسی مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی کی دیکھا دیکھی دعویٰ کر دیا اور کچھ امتیاز حاصل کرنے کے بعد سچ مچ نبیّہ بن بیٹھی۔ یہ خاتون مسیحی مذہب کی پیرو تھی۔

یہودیت

ملکِ عرب میں یہودی صدیوں سے آباد تھے۔ غالباً حضرت مسیح سے پانسو برس قبل جب بخت نصر نے اُن کی سلطنت کو تباہ کیا تو اُس کے مظالم سے تنگ آکر انھوں نے عرب کو اپنا مسکن بنالیا پھر حجاز کی طرف بڑھنے لگے۔ اور مدینہ کے قریب خیبر میں اپنی بستی قایم کرلی۔ آہستہ آہستہ کئی عربی قبائل بالخصوص بنی کنانہ۔ بنی حارث بنی کعب۔ بنی قریظہ اور بنی نضیر نے یہودی مذہب قبول کرلیا مگر عام عرب اپنے آبائی مذہب پر قایم رہے اور اس مذہب کو عربوں میں کچھ زیادہ فروغ نہ ہوا۔

عیسائیت

تیسری صدی عیسوی میں مسیحی حکومتوں کی کوشش سے

عیسائی مذہب مختلف ممالک میں پھیلنا شروع ہوا۔ شام اور دیگر عربی
ممالک میں اسے کافی فروغ ہوا اور عربی اقوام میں سب سے پہلے
بنی نجران نے نصرانیت کو قبول کیا۔ پھر رفتہ رفتہ بنی غسان۔ بنی ربیعہ
بنی طے۔ بنی کندہ۔ بنی حیرہ۔ بنی حمیار۔ بنی تغلب اور بنی یربوع نے
عیسائیت قبول کر لی۔ خانہ کعبہ میں مریم صدیقہ کی اک تصویر رکھی گئی
جس کی آغوش میں معصوم مسیح اور اک بھیڑ کے بچے کو دکھایا گیا تھا
تاہم اس مذہب نے بھی عربوں پر کوئی خاص اثر نہ ڈالا سوا اس کے کہ مریم
صدیقہ اور دوسرے ولیوں کی تصاویر جن کے آگے عیسائی جھکتے اور اپنے
مکانوں میں رکھتے تھے، اک طرح سے عرب میں بُت پرستی کے رائج ہونے
کے لئے زیادہ ممد و معاون ثابت ہوئیں۔ مسئلہ تثلیث عربوں کے لئے
اک معمّا بن کر رہ گیا اور مسیحیت بجائے اس کے کہ انھیں وحدانیت
سکھاتی بُت پرستی سے باز رکھتی اور اصلاح کا باعث ہوتی، اُن کو شرک خفی
کی تعلیم دینے لگی

قدامت پرستی، پیر پرستی اور جہالت پرستی، عیسائیت کی ترقی
کے ساتھ ساتھ عربوں کے دلوں میں گھر کرتی گئی۔ مسیحی عربوں میں عقیدہ
کی تبدیلی کے سوا اور کوئی فرق نہ ہوا اور وہ بدستور بدمستی۔ میخواری
اور دیگر افعالِ شنیعہ میں مصروف رہے۔ ساتھ ساتھ ان میں تنگ نظری

تعصب و بغض بھی بڑھتا چلا گیا۔ یہی وہ مسموم فضا اور زہریلا ماحول تھا جس میں سجاع نے نشو و نما پائی۔

بنی یربوع

مسیحی قبائل میں بنی یربوع ایک ممتاز حیثیت رکھتا تھا اور عرب کے بین وسط میں بہت دور تک پھیلا ہوا تھا۔ عراق و عرب میں اس قبیلے کے تعلقات رشتہ داری بنی تغلب سے تھے جس کے تعلقات ایک طرف فلسطین و شام کے ساتھ تھے اور دوسری طرف اُن کا مرکز "عین التمر" سرحد ایران سے متصل تھا۔ اس طرح بنی یربوع کے تعلقات دو عظیم الشان سلطنتوں یعنی روم و ایران سے بالکل دوستانہ تھے جو سجاح کی تقویت و امداد کا باعث بنے اور اسے ان ہر دو ملکوں سے جو مسلمانوں کے وجود کو اک خطرۂ عظیم تصور کرنے لگے تھے ہر ممکن امداد ملنے لگی۔ اگرچہ سلطنت روما و ایران سے مسلمانوں کی آویزش کا باعث بھی بعد میں یہی تعلقات بنے۔

سجاح

بنی یربوع کے ایک مشہور قبیلہ کی نہایت پُرجوش خاتون تھی۔ اس کو بچپن سے ہی عیسائی شہداء، ولیوں اور بزرگوں کے کارنامے یاد تھے چونکہ سجاح شجاع و بہادر تھی اور قوت بیان و خطاب میں خاص

ملکہ تھا۔ اس لئے ایسی سحر بیانی تھی کہ اپنی تقریر سے سامعین کو مسحور کر دیتی
قدرت نے عقل سلیم، صحیح دماغ۔ قوتِ تدبر و تفکر بھی فیاضی سے عطا کی تھی
جس کے باعث ایسی سیاسی چالیں چلتی کہ انسان حیران رہ جاتا تھا

آنحضرتؐ کی کامیابی کو سجاح نے حیرت و استعجاب سے
دیکھا۔ حضورؐ کی وفات کے بعد اسود عنسی۔ مسیلمہ کذاب۔ طلیحہ اسدی
وغیرہ نے جب دعوائے نبوت کیا اور یہ فتنہ ترقی پذیر ہوتا گیا تو سجاح خود
بھی نبیہ بن بیٹھی۔ اُس نے دیکھا کہ ان تمام نبیوں کے ساتھ لاکھوں کی تعداد
میں فوج اور قوم و ملک امداد دے رہے ہیں تو اپنے قبیلہ "بنی یربوع" کے جوانوں
کی فوج تیار کر کے دوسرے قبائل مسیحی کو اپنے اثر میں لانا شروع کیا۔ بنی تغلب
پر تو اس کرشمہ سازی کا ایسا اثر ہوا کہ ان کا پورا قبیلہ اس کے زیرِ اثر آ گیا
سجاح نے اس کے سردار مالک بن نورہ کو اپنے سر عسکر مقرر کیا۔ اور
بنی تمیم میں پہنچ کر "عین التمر" کو اپنا ہیڈ کوارٹر قرار دیا اور عیسائی قبائل
کے پاس اپنے پیغامبر روانہ کر کے ان کو اسلام کے مقابلہ کے لئے اُبھارا
جو قبیلہ اس کی سیادت تسلیم نہ کرتا۔ اس کی سرکوبی کے لئے مالک بن نورہ
کو لشکر دیکر روانہ کرتی۔ اس طرح کافی طاقتور ہو جانے پر اس نے
ایک طرف سلطنتِ روما سے امداد طلب کی اور دوسری طرف حکومتِ ایران سے
ایران چونکہ "عین التمر" کے بالکل قریب تھا۔ اس لئے وہاں

سے جلد ہمت افزا جواب پہنچ گیا۔ سجاح نے اس مدد کے بھروسے پر وسط عرب کے مختلف حصص پر قبضہ کر کے مدینۂ منورہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کر لیا۔ اُس کا خیال تھا کہ پہلے دوسرے نبیوں یعنی اسود عنسی مسیلمہ کذاب اور طلیحہ اسدی سے یا تو دوستانہ تعلقات پیدا کر لے یا اُن کو مغلوب کر کے اکیلی نبیّہ بننے کے بعد اسلامی خلافت کا خاتمہ کر دے۔ اس لیے ایک لشکر جرار لیکر "یمامہ" کی طرف بڑھی تاکہ مسیلمہ کذاب کی قوت کو کچل دے مگر مسیلمہ بہت ہوشیار تھا وہ بجائے اس کے کہ سجاح سے نبرد آزما ہوتا بیش قیمت تحائف دے کر اور مہماں نوازی کر کے سجاح کو ایسا گرویدہ بنا لیا کہ اُس نے تین روز کے قیام کے بعد مسیلمہ سے ایک معاہدہ کر لیا جس کی شرائط یہ تھیں کہ مسیلمہ اور اُس کی قوم سجاح کو نبیّہ تسلیم کر لے اور سجاح مع اپنی قوم کے مسیلمہ کو نبی مانے۔ نیز وقت ضرورت ایک دوسرے کی امداد کریں۔ مسیلمہ سے فارغ ہونے کے بعد سجاح کا ارادہ تھا کہ طلیحہ اسدی کی طرف بڑھے کیونکہ اسود عنسی تو قتل ہو چکا تھا اور طلیحہ اپنی طاقت بڑھا رہا تھا کہ اطلاع ملی کہ خلیفۂ اول نے مسیلمہ اور طلیحہ اسدی سے جنگ کیلئے افواج روانہ کی ہیں۔ سجاح نے حکومت ایران سے مشورہ کیا اور اُس کے ایما کے مطابق مدینہ پر حملہ کرنے کی تیاریوں میں مصروف ہو گئی

عساکرِ اسلامی: خلیفۂ اول کو عرب کے مختلف اطراف سے

بغاوتوں شورشوں اور فتنہ و ارتداد کی ہوشربا خبریں متواتر مل رہی تھیں اور ایسی حالت میں کہ مدینہ پر حملہ کا خطرہ تھا اور اسلامی لشکر اسامہ کی زیر کمان شام کی طرف روانہ ہو چکا تھا ابوبکر صدیق کا ہی دل گردہ تھا کہ انھوں نے نہایت تدبر سے کام لے کر مدینہ میں ایک اور لشکر کی ترتیب دی اور اسے گیارہ حصوں میں تقسیم کر کے جھوٹے نبیوں کی سرکوبی اور بھڑکتی ہوئی بغاوتوں کو فرو کرنے کے لئے روانہ کیا۔ خالد بن ولید کو طلیحہ اسدی، عکرمہ بن ابوجہل کو مسیلمہ کذاب کے مقابلے پر اور ساتھ ہی شرجیل کو عکرمہ کی امداد پر روانہ کیا زیاد بن بنید اور مہاجر بن امیہ کو یمن اور حضرموت کی مہم پر بھیجا ایک دستہ شام کی سرحد کے لئے۔ دو ٹکڑیاں حذیفہ کی زیر قیادت عمان و مہرہ کی بغاوت دبانے کے لئے روانہ کی گئیں اور ایک دستہ فوج قبیلۂ قضاعہ۔ بنی سلیم و ہوازن کی شورش فرو کرنے کے لئے بھیجا گیا اور جناب صدیق خود مدینۂ منورہ سے اُن افواج کی نقل و حرکت کیلئے احکام صادر فرماتے رہے نتیجہ یہ ہوا کہ ہر جگہ عساکر اسلام مظفر و منصور ہوئے۔ خالد طلیحہ کو شکست دینے کے بعد مسیلمہ کی سرکوبی پر روانہ ہوئے کیونکہ وہ شرجیل اور عکرمہ کی افواج کو شکست دے چکا تھا خالد نے بڑھ کر مسیلمہ پر حملہ کیا اور وہ عین میدان جنگ

"وحشی" کے ہاتھ سے قتل ہوا

انجام

مسیلمہ سے فراغت پا کر حضرت خالدؓ مالک بن نورہ کے مقابلے پر نکلے جو کہ سجاح کی افواج کا کمانڈر تھا اور اسے شکست دیکر گرفتار کر لیا۔ سجاح مسیلمہ کذاب کے حشر سے نہایت خائف تھی اب مالک بن نورہ کی شکست نے تو اُس کی کمر ہی توڑ دی مگر وہ نہایت ہوشیاری سے "بنی یربوع" کے چیدہ جوانوں کے دستے کے ساتھ بنی تغلب کی پناہ میں پہنچ گئی اور بالکل خاموشی سے مستقبل کی تدابیر سوچنے لگی

خلافت راشدہ کے تین دور گزر گئے۔ امیر المومنین حضرت علی کا زمانۂ خلافت شروع ہوا ہی تھا کہ جنگِ جمل چھڑ گئی۔ ابھی اس کا سلسلہ جاری ہی تھا کہ حضرت علی اور امیر معاویہ میں لڑائی شروع ہو گئی۔ حضرت عائشہ کے "جنگِ جمل" اور معاویہ و علی کے محاربات سے عیسائیوں کے حوصلے پھر بلند ہوئے۔ سجاح نے بھی اس موقع کو غنیمت سمجھا اور خفیہ خفیہ فوج کی تیاری کرنے لگی۔ اور شہادت علی کے بعد عہد معاویہ میں پھر سر اٹھایا۔ آخرش گرفتار ہوئی اور چونکہ مذہب اسلام کی سچائی۔ سادگی اور مذہبی خوبیاں

کا اس عرصہ میں ایک دقیق نظر سے مطالعہ کر چکی تھی۔ اس لئے دامن اسلام میں پناہ لی اور سابقہ حرکتوں سے تائب ہو کر زندگی کے بقیہ ایام، خدمت مذہب اور دینداری میں ایک سچی مسلمہ کی طرح بسر کئے۔

دو بہنیں

ماریا اور رینا دو بہنیں تھیں جن کا تعلق مصر کے ایک نہایت شریف وبزرگ قبطی خاندان سے تھا جو کہ اپنی شرافت۔ نجابت۔ دولت و ثروت اور عظمت وحشمت کے باعث نہایت ہی عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا مگر ادبار زمانہ اور گردش فلک نے بربادی وتباہی کی وہ ہلاکت آفریں بلائیں نازل کیں جن کے باعث اس خاندان کی تمام عظمت وشوکت ملیامیٹ ہوگئی اور گزشتہ روایات ایک افسانۂ پارینہ ہوکر رہ گئیں نوبت بہ اینجا رسید کہ ان فلاکت زدہ بہنوں کا کوئی پرسان حال بھی نہ رہا اور نوبت نانِ شبینہ تک پہنچ گئی لیکن جب عسرت ونکبت کی تلخیوں سے دوچار ہوتے ہوتے بالکل ہی تھک گئیں تو تقدیر نے پھر سے پلٹا کھایا ستارۂ اقبال ایک بار پھر چمکا۔ مقوقس شاہ مصر کو ان کے ادبار و فلاکت حالی کا علم ہوگیا۔ اس نے دونوں کو بُلا کر اپنی پناہ میں لے لیا اور شاہی خاندان میں پرورش وتربیت کا معقول انتظام کردیا

(۲)

سلاطین عالم کے نام خطوط۔ آنحضرت صلعم نے صلح حدیبیہ سے

فارغ ہو کر سلاطین عالم کے نام تبلیغی خطوط لکھے۔ یہ ایک ایسا وقت ہے
جب کہ اسلام اور بانی اسلام دشمن کے نرغے میں ہیں۔ اسلام نہایت
بیچارگی کے عالم میں ہے۔ کفار قریش کا غلبہ اس قدر ہے کہ جو شرائط چاہتے
ہیں منوا لیتے ہیں۔ ایسی حالت میں آنحضرت صلعم کا دنیا کے سلاطین عظام
کو دعوت اسلام دینا۔ اس امر کا بیّن ثبوت ہے کہ سرکار دو عالم کو
یقین کامل تھا کہ اسلام تمام دنیا میں کامیاب ہوگا اور ضرور پھیلے گا

سلاطین عالم میں سے بعض نے حضور صلعم کے خطوط کو نہایت
محبت و خلوص کی نگاہ سے دیکھا اور بعض شقاوتِ قلبی اور خبث باطنی
کے باعث حقارت سے پیش آئے۔ پہلا خط خسرو پرویز شاہِ ایران
کے نام تھا۔ دوسرا ہرقل شاہِ روم کے نام۔ تیسرا رئیس غسان کے نام
جو ہرقل کا باجگزار تھا۔ چوتھا باذان حاکم یمن کے نام۔ پانچواں مقوقس
شاہ مصر اور چھٹا نجاشی حاکم حبشہ کے لئے تھا۔ ان خطوط کی ابتدا بسم اللہ
سے ہوتی تھی اور آخر میں آنحضرتؐ کی مہر جو اس طریق پر تھی۔ یعنی اوپر
اللہ، درمیان میں رسول اور نیچے محمدؐ۔ (اللہ / رسول / محمد)

کسریٰ کے نام کا خط عبد اللہ بن حذافہ لے کر گئے۔ کسریٰ نے
نہایت نخوت و غرور سے اس مکتوب گرامی کو دیکھا اور طیش میں آکر پرزے
پرزے کر دیا۔ ساتھ ہی اپنے گورنر باذان کو بھی جو کہ یمن میں تھا تحریر کیا

کہ حضور صلعم کو گرفتار کر کے بھیجدے۔ باذان نے دو سپاہی گرفتاری کے لئے روانہ کئے جب یہ لوگ آنحضرت صلعم کی خدمت میں پہنچے تو آپ نے فرمایا کہ خسرو قتل ہو چکا اور جس طرح اُس نے خط کو پرزے پرزے کیا ہے اسی طرح اُس کی سلطنت بھی ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیگی۔ باذان کے آدمی یمن پہنچے ہی تھے کہ معلوم ہوا کسریٰ اپنے بیٹے کے ہاتھ سے قتل ہو چکا ہے

ہرقل شاہِ روم کے پاس وحیہ کلبی قاصد بن کر گئے، ہرقل نے قاصد کی تزار واقعی عزت کی۔ نامۂ گرامی کو نہایت احترام سے سُنا اور مضمون خط سے از حد متاثر ہوا۔ اس کا ارادہ اسلام اختیار کرنے کا تھا مگر اپنے وزرا و اُمرا کی مخالفت کی وجہ سے آغوش اسلام میں نہ آسکا

جس قاصد کو رئیس غسان کی طرف روانہ کیا گیا تھا۔ اُسے رئیس کے رشتہ داروں نے قتل کر دیا بلکہ خود حارث یعنی غسان عربوں کے رئیس نے مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا جب یہ خبر آنحضرتؐ کو ملی تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ حارث سے حکومت رخصت ہو چکی۔ کچھ مدت کے بعد حارث کا انتقال ہو گیا اور اُسکی تمام سلطنت مسلمانوں کے قبضے میں آگئی۔

باذان خط ملتے ہی خاتم نبوت پر ایمان لایا اور قتل کسریٰ کے بعد مسلمان ہو کر یمن کو ایران سے علٰحدہ کر لیا۔ نجاشی شاہ حبش پہلے

ہی نبی صلعم کے حالات سن سن کر گرویدہ ہو چکا تھا۔ اب جو آپ کی طرف سے سفارت پہنچی تو اس نے نہایت ادب و خلوص سے اس کا استقبال کیا۔ حضور کے نامۂ اقدس کا بڑی محبت سے جواب دیا اور اپنے اسلام کا اقرار کرتے ہوئے حضرت جعفر کے ہاتھ پر بیعت کر لی

بعثت ماریہ

جس طرح حضرت صلعم کی احادیث، حدیث کی کتابوں میں محفوظ ہیں۔ اسی طرح ان خطوط کا مضمون بھی کتب سیر و تاریخ میں موجود ہے جو مختلف سلاطین عالم کو لکھے گئے۔ جو نامۂ مقدس مقوقس کو روانہ کیا گیا تھا وہ بجنسہٖ مصر کے محکمۂ آثارِ قدیمہ کو مل چکا ہے اور احادیث سے بھی اس امر کا پتا چلتا ہے کہ مقوقس نے اس مکتوب کو خزانۂ شاہی میں رکھوا دیا تھا۔ نیز اس کا جو عکس شایع ہوا ہے اسکی عبارت بعینہٖ وہی ہے جو احادیث میں منقول ہے۔ یعنی

بسم اللہ الرّحمٰن الرّحیم۔ من محمد رسول اللہ الی صاحب مصر واسکندریہ۔ امّا بعد فانّ اللہ تعالیٰ ارسلنی رسولہ وانزل علی قرآناً مبیناً و امرنی بالاعذار والانذار ومقاتلۃ الکفار حتّٰی یدینوا الناس بدینی و یدخلوا فی ملتی وقد دعوتک الی اقرار بوحدانیتہ

اللہ تعالیٰ فان خلعت سعدت وان ابت شقیت والسلام

یہ خط محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے حاکم مصر و اسکندریہ کے نام ہے بعد حمد خدائے اکبر کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے رسول بنا کر بھیجا ہے اور قرآن مجید مجھ پر نازل کیا اور مجھے حکم دیا ہے کہ خوف خدا سے ڈراؤں اور کفار سے مقابلہ کروں یہاں تک کہ وہ میرے دین میں شامل ہو جائیں میرے مذہب کو قبول کریں۔ تمکو اقرار وحدانیت کی دعوت دی جاتی ہے اگر قبول کرو تو سعادت ہے اور بحالت انکار بدبختی۔

مقوقس مضمون خط سے نہایت مسرور ہوا اور مکتوب گرامی کا نہایت پُرخلوص۔ محبت آگین اور عقیدتمندانہ جواب لکھا۔ جواب خط کے ساتھ بیش بہا تحائف۔ ماریا قبطیہ اور ایک لونڈی بریدہ حضور صلعم کی خدمت میں روانہ کیں ماریا قبطیہ کو تو ازواج مطہرات میں شامل ہونے کا فخر حاصل ہوا اور بریدہ شاعر حسان کی بیوی بنیں۔ "ماریا" کے نکاح کے بعد آیات ذیل کا نزول ہوا

لا یحل لک النساء من بعد۔ اس کے بعد کسی خاتون سے نکاح نہ کرو ولا ان تنکحوا ازواجہ من بعدہ ابدا ۔ اور اس طرح ماریا کا بخت خفتہ جاگا ۔ وہ دنیا کی بزرگ ترین اور برگزیدہ ہستی کی رفیق حیات بنیں اور اُن کے بطن سے "شہزادہ" ابراہیم تولّد ہوئے جو کہ صغر سنی

یعنی دو سال کی عمر میں انتقال فرما گئے

بے قراری

ریناؔ کو اپنی ہمشیرہ ماریا کی جدائی کا سخت صدمہ تھا اور یہ فراق اس کے لئے سوہانِ روح ہو رہا تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ کسی طرح بہن سے ملے مگر کوئی چارۂ کار نہ تھا۔ دن رات جدائی میں تڑپتی لیکن بے بس تھی صرف ایک خیال باعثِ سکونِ قلب تھا وہ یہ کہ ریناؔ کو یقین تھا کہ ماریا کو دنیا کی سب راحتیں حاصل ہیں۔ وہ دنیا کی سب سے بڑی ہستی کے "ازدواج" میں شامل ہیں اور اُنکی عاقبت بھی "محمود" ہوگی۔

جس طرح ریناؔ کو ماریا کا خیال تھا۔ اسی طرح ماریا بھی بہن کے لئے بے قرار تھیں۔ اُنھیں بھی ریناؔ کی فرقت تڑپاتی لیکن جب اُن کے بطن سے نبی زادے ابراہیم پیدا ہوئے تو اس پیارے بچے کی محبت نے بہن کے خیال کو قدرے بھلا دیا مگر جب اچانک یہ معصوم نونہال، آنحضرت صلعم اور ماریا کو داغِ مفارقت دے گیا تو پھر بہن کی یاد تازہ ہوئی۔ ماریہ نے کئی مرتبہ آنحضرتؐ کی خدمت میں بہن کا ذکر کیا اور اُس سے ملنے کی خواہش ظاہر کی۔ آپ ہمیشہ جواب دیتے "ماریا! صبر کرو۔ اگر مقدر میں ہوگا تو تمھاری بہن تم کو مل جائیگی"

ایک روز ماریہ اپنے معصوم بچے کی یاد میں سخت مضطرب تھیں اور آنکھوں سے خونِ جگر جاری تھا کہ حضرت صلعم آ گئے اور اس آہ و بکا کا سبب دریافت کیا۔ ماریہؓ کی دُکھتی رگ پر اور بھی ٹھیس لگی اور وہ "ہائے ابراہیم" کہہ کر پھوٹ پھوٹ کر رونے لگیں آقائے مدینہ کے دل میں بھی فرزند مرحوم کی یاد تازہ ہو گئی۔ لیکن آپ نے ضبط کیا اور فرمایا "ماریا صبر کرو۔ تمھاری بہن۔ فتح مصر میں مسلمانوں کی معاونت کرے گی اور فتح مصر کے بعد تمھاری ملاقات رینا سے ہو جائے گی۔ میں سرزمین فراعنہ کو مسلمانوں کے قبضہ میں دیکھتا ہوں مالک کا وعدہ پورا ہوگا اور رینا کا تم سے ملاپ"

ماریا کلام رسول کو الہام غیبی متصوّر کرتی تھیں انھیں یقین کامل ہو گیا کہ بہن سے ضرور ضرور ملاقات ہو گی اور اس امر سے مسرّت بھی بے حد ہوئی کہ رینا مصر کی فتح کا سبب بنیگی جس سے بڑھکر رینا کے لئے اور کوئی سعادت نہ ہو سکتی تھی

فتح مصر

بہنوں کی جدائی کو دس سال کا طویل عرصہ گزر گیا۔ اب وقت آ چکا تھا کہ جلد ملاپ ہو۔ حضرت عمرؓ کے عہدِ خلافت میں قائدِ لشکرِ اسلام کو معلوم ہوا کہ مصر سے براہ اسکندریہ ارومیوں کو

ل رہی ہے اور شمالی شام کی بغاوت بھی اسی سازشی جماعت کی ریشہ دوانیوں کا نتیجہ تھی اس لئے "مصلحتاً" مصر پر فوجکشی کی عمر ابن العاص کو اجازت دی گئی تاکہ شام میں امن وامان قایم ہو سکے۔ اس فوج میں کُل چار ہزار مجاہدین تھے جس میں بڑے بڑے بہادر و شجاع شامل تھے بہرحال پلوسیم کے قریب رومیوں سے جھڑپ ہوئی جس میں وہ شکست کھا کر بھاگ گئے۔ عمر ابن عاص نے فرمہ پر جو کہ مصر کا دروازہ متصور ہوتا تھا قبضہ کر لیا اور پھر اسکندریہ کی طرف بڑھنے کا عزم کیا لیکن راستہ میں رومی افواج سے پھر مقابلہ ہوا جو کہ "ممفس" کے قلعہ میں (جو وہاں سے چند میل کے فاصلے پر تھا) پناہ گزیں ہو گئیں۔ یہ قلعہ بیحد مستحکم تھا کیونکہ اس کے ایک طرف دریائے نیل بہتا تھا اور دوسری طرف ایک عمیق اور گہری خندق تھی۔

اسلامی جرنیل کو اس قلعہ کی فتح میں دقت پیش آئی۔ تو انھوں نے دربار خلافت سے امداد طلب کی لیکن پیشتر اس کے کہ یہ کمک پہنچے، رومی جرنیل نے جمعہ کے روز جب کہ اسلامی لشکر نماز میں مصروف تھا حملہ کر کے تقریباً چار سو چھتیس غازیانِ اسلام کو شہید کر دیا عین اس وقت جب کہ رومی تلوار غازیوں کے حلقوم پر اسی بے دردی سے چل رہی تھی یوقنا عبد اللہ جو کہ دو ہزار مجاہدین کے

ساتھ سامان رسد لینے گئے ہوئے تھے پہنچ گئے اور اس بیدردی سے مسلمانوں کو ذبح ہوتے دیکھ کر رومیوں پر حملہ کر دیا۔ آخر شش رومی جرنیل مارا گیا اور سات ماہ کے محاصرہ کے بعد یہ مقام فتح ہوا۔ اس تسخیر سے تمام زیریں مصر پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا۔

رینا کا کارنامہ

اس عرصہ میں خالد بن ولید جو عمرو ابن العاص کی امداد کے لئے روانہ ہوئے تھے وہاں تک پہنچ گئے اور شہر مربوط و اسکندریہ کی تسخیر کا ارادہ کیا۔ یوقنا بیس سواروں کے ساتھ حاکم مربوط کے پاس بطور سفیر کے گئے لیکن "مردبان" وہاں کے حاکم نے انھیں گرفتار کر کے محبوس کر دیا اور گرفتاری کو اک اہم کارگزاری سمجھ کر اک جلسۂ عشرت منعقد کیا اور مصروف مےنوشی ہو گیا۔ رینا اس وقت مردبان کے محل میں موجود تھی۔ وہ یوقنا اور اس کے ہمراہیوں کی گرفتاری کی خبر سن کر جلسہ گاہ میں پہنچی اور مخمور مردبان اور اس کے ساتھیوں کو دوائے بیہوشی پلا دی۔ اس کے بعد قید خانے سے یوقنا اور دیگر مجاہدین کو رہا کیا اور ان سے کہا کہ میں تمھیں خفیہ زمیں دوز راستہ سے لشکر اسلام میں لے جاؤنگی۔ میں ماریا کی ہمشیرہ رینا ہوں اور چاہتی ہوں کہ مدینہ جا کر اپنی بہن سے ملوں۔ یوقنا اور انکے ساتھی

ابھی ریناکی ہمراہی میں جا ہی رہے تھے کہ دوسری طرف سے خالد بن ولید آپہنچے کیونکہ اُنھیں جیسے ہی معلوم ہوا کہ میرے ایلچی کو حاکم شہر نے گرفتار کرلیا ہے تو یوقنّا کو رہا کرانے کا مصمّم ارادہ کرلیا اور جاسوسوں سے زمیں دوز راستہ کا حال معلوم کرکے وہاں پہنچے۔ یہاں اُنھیں ایک لڑکا ملا۔ خالد نے جب اُس کا حال دریافت کیا اُس نے بتلانے سے انکار کردیا تاوقتیکہ اُس کی شرائط قبول نہ کی جائیں جو کہ یہ تھیں اوّل تو اُسے داخلِ اسلام کیا جائے اور پھر اُس کی مع عزیزوں کے جاں بخشی ہو" خالد نے اِن شرائط کو قبول کرلیا تو لڑکے نے بتایا کہ وہ مرد بان کا فرزند ہے اور خالد کو خفیہ راستے کا پتا بتا دیا

خالد جیسے ہی شہر میں داخل ہوئے رینا نے پکار کر کہا "اے سردار لشکرِ اسلام! فتح مربوط مبارک ہو! تمھارے سفیر یوقنّا رہا کردئے گئے ہیں اور مرد بان مع اپنے اُمرا و وزرا کے بیہوش ہے" خالد نے رینا کا شکریہ ادا کیا۔ اُس کی جُرأت و ایمان کی تعریف کی اور یہ معلوم کرکے کہ رینا جناب ماریا کی ہمشیرہ ہے نہایت عزت و احترام سے لشکرِ اسلام میں پہنچا دیا۔

جب مرد بان کو ہوش آیا تو خالد نے اُس سے کہا "چونکہ

تمھارے لڑکے سے آزادی کا وعدہ کر چکا ہوں اسلئے تم آزاد ہو
اپنا مال، اسباب اور بال بچے لے کر جدھر جانا چاہتے ہو چلے جاؤ"
مر یوط کی فتح سے شہر اسکندریہ کا راستہ کھل گیا تھا اس لئے
مسلمانوں نے اسے فتح کر کے تمام مصر پر قبضہ کر لیا۔ بعد فتح مصر رینا
کو دیگر مسلم خواتین کے ساتھ مدینۂ منوّرہ روانہ کیا گیا۔ دس سالہ
مفارقت کے بعد دونوں بہنوں کی ملاقات ہوئی
اور حضرت صلعم کی "فتح مصر اور دونوں بہنوں کے ملاپ"
کے متعلق پیشگوئی حرف بحرف پوری ہوئی

اذان

(ہجرت)

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَہَاجَرُوْا وَجَاہَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ بِاَمْوَالِہِمْ وَاَنْفُسِہِمْ اَعْظَمُ دَرَجَۃً عِنْدَ اللّٰہِ (جو ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کی راہ میں جان و مال سے جہاد کیا انکا خدا کے نزدیک بڑا درجہ ہے) رسول صلعم نے بعثت کے بعد تیرہ سال کفار مکہ کے درمیان جس طرح گزارے وہ اسی اولوالعزم پیغمبر کا کام تھا کہ باوجود ہر قسم کی تکالیف کے آپ نہایت عزم و استقلال سے راہ حق کی ہدایت فرماتے ہیں۔ کفار بھی ایذادہی کے تمام حربے استعمال کر چکے ہیں۔ جو جو اذیتیں مسلمانوں کو دی گئیں جو جو صعوبتیں بانی اسلام کو پہنچائی گئیں وہ کچھ کم نہ تھیں۔ مسلمانوں کو گرم ریت پر ہاتھ پاؤں باندھ کر ڈالا گیا۔ اُن کو بھوکا پیاسا رکھا گیا۔ پتھر مارے گئے۔ غلاظت پھینکی گئی۔ تمسخر و استہزا کیا گیا یہاں تک کہ تین سال تک شعب ابی طالب میں محصور رکھا گیا لیکن باوجود ان تمام اذیتوں کے بانی اسلام اور مسلمانوں کے عزائم میں کچھ بھی فرق نہ آیا

سرورِ دو عالم کو اپنی تکالیف کی کوئی پروا نہ تھی مگر آپ سے غریب مسلمانوں کے مصائب برداشت نہ ہوتے تھے اس لئے انھیں ہجرت کا ارشاد فرمایا اور بعثت کے چودھویں سال تک تقریباً تمام مسلمان ہجرت کر گئے اور مکّہ میں صرف رسول صلعم۔ ابوبکر صدیق اور حضرت علی کفّار کے نرغے میں رہ گئے۔ ایسی حالت میں ضروری تھا کہ کفّار کے حوصلے بڑھ جائیں اور وہ آخری حربہ یعنی قتل رسول اللہ پر آمادہ ہوں

حضرت ابوبکر صدیق کا اصرار بڑھ جاتا ہے۔ وہ رسول صلعم سے عرض کرتے ہیں کہ آپ کب ہجرت فرمائینگے۔ آپ یہی جواب دیتے ہیں کہ ابھی اللہ کا حکم نہیں ہوا۔ آخر وہ وقت آپہنچتا ہے کہ کفّار مکّہ دار الندوہ میں ایک عظیم الشان جلسہ کا انعقاد کرتے ہیں جس میں تمام سرداران قریش جمع ہوتے ہیں اور مشورہ کیا جاتا ہے کہ اس اولوالعزم نبی کا کس طرح خاتمہ کیا جائے۔ کوئی کہتا ہے جلا وطن کر دو۔ کوئی چاہتا ہے کہ طوق و سلاسل پہنا کر قید تنہائی دی جائے اور کسی کی رائے ہے کہ فوراً قتل کر دو آخرش عمر ابن ہشام یعنی ابوجہل کھڑا ہوتا ہے اور ایک ایسی رائے پیش کرتا ہے جسے تمام قریش قبول کر لیتے ہیں وہ یہ کہ قریش کے ہر قبیلے سے ایک ایک مضبوط صاحب نسب جوان منتخب کیا جائے اور یہ تمام چیدہ جوان یکبارگی تلواروں سے محمد (صلعم) پر حملہ کر کے اُن کا

خاتمہ کردیں۔ یہ تجویز پاس ہوتی ہے اور جوانانِ قریش کے انتخاب پر جلسہ برخاست ہوتا ہے۔ آنحضرت صلعم حکم الٰہی کے موجب حضرت علی کو بلاتے ہیں اور تمام امانتیں اُن کے سپرد فرما دیتے ہیں۔ اس کے بعد شب کو حضرت علی کو اپنے بستر پر سونے کا ارشاد فرماتے ہیں اور رفیقِ صادق صدیق اکبر کے ساتھ دشمنوں کی آنکھوں میں خاک ڈالتے ہوئے صاف نکل جاتے ہیں یعنے مکّے سے رخصت ہو کر غار ثور میں قیام فرما ہوتے ہیں

اسما کی وفاداری

غار ثور مکّہ سے تین میل کے فاصلے پر ہے۔ ہجرت کے بعد رسول صلعم نے یہاں تین روز قیام فرما کر اسے ابدی شہرت بخش دی آپ جب اس غار کے قریب پہنچے تو ٹھیر گئے۔ صدیق اکبر اندر داخل ہوئے جگہ صاف کی سوراخ وغیرہ بند کر کے اپنی چادر بچھا دی پھر سردار انبیا غار میں داخل ہو گئے۔ اس طرح ان دو غاروں یعنی غار حرا اور غار ثور کو اسلام سے خاص نسبت ہو گئی۔ غار حرا میں حضور صلعم پر انوار الٰہی کا انکشاف ہوا اور غار ثور میں قاتل دشمنوں کے ہاتھ سے پناہ ملی۔

صبح ہوتی ہے۔ کفّار حضرت علی کو سرور دو عالم کے بستر سے اُٹھتا ہوا دیکھتے ہیں تو اُن کا استعجاب بڑھ جاتا ہے۔ حیران ہیں کہ یہ

کیا معمّا ہے۔ محمد (صلعم) ہمارے اس قدر شدید پہرے اور دیکھ بھال
کے باوجود کہاں چلے گئے۔ آخرش آپ کی تلاش شروع ہوتی ہے اور
مکّہ کا بچہ بچہ ڈھونڈنے نکلتا ہے۔ کچھ لوگ غارِ ثور تک پہنچ جاتے ہیں
اُن کے پاؤں کی آہٹ اور آواز صدیق اکبر کو بےچین کر دیتی ہے وہ
سخت ہراساں ہیں لیکن اپنے لئے نہیں فکر ہے تو اس امر کا کہ اس
بیش بہا گوہر کو جس پر ہزاروں صدیق فدا ہونے کو تیار ہیں۔ کوئی
گزند نہ پہنچے۔ آخر اک عالمِ پریشانی میں حضرت صلعم سے کہتے ہیں
کہ دشمن سر پر ہے اب کیا کیا جائے؟

حضور صلعم یہ سُنکر جواب دیتے ہیں "ابوبکر! لاتحزن
ان اللہ معنا (اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ محافظِ حقیقی ہمارا نگہبان ہے
دشمن کچھ نہیں بگاڑ سکتا) ع دشمن چہ کند چو مہرباں باشد دوست
دشمن غار کے منہ پر کھڑے دیکھ رہے ہیں۔ قیاس بتاتا ہے کہ سرورِ کائنات
غار میں ہیں لیکن اُس کے دہانے پر مکڑی کا جالا اور کبوتر کا گھونسلا
نظر آتا ہے اس لئے ناامید ہو کر واپس ہو جاتے ہیں

کفّار کے جانے کے بعد اسماء بنت ابوبکر۔ جاں نثار باپ کی
وفا شعار دختر کھانا لے کر پہنچتی ہیں۔ مکّہ کی تمام خبریں۔ دشمنوں کی
حرکات و سکنات اور اُن کے منصوبوں سے مطلع کرتی ہیں۔ قریش

کے جاسوس ہر وقت حضرت علی اور عبداللہ بن ابوبکر کے ساتھ ساتھ
کی طرح ہیں اور اُن کی ایک ایک حرکت کی نہایت ہوشیاری سے
نگہبانی ہو رہی ہے تاکہ حضور صلعم کا کچھ سُراغ مل سکے۔
اور اسما ہیں کہ مختلف طریقوں سے پیچ در پیچ راستوں سے
ہر روز کھانا پہنچا ہی دیتی ہیں اور جب تین روز کے بعد قدرے سکون
ہوتا ہے تو دو تیز رفتار اونٹنیاں اور اپنے والد کے غلام عامر کو غار
تک پہنچا دیتی ہیں اور اپنے برادر عبداللہ کو اس طیاری کی اطلاع
دیتی ہیں جو کہ ایک راستہ بتلانے والے شخص کو "مدینہ کے مسافروں"
کے ہمراہ کر دیتے ہیں

سراقہ کا تعاقب

اسماء بنت ابی ابوبکر کی مہیا کردہ اونٹنیاں
سواری رسول کے لئے موجود ہیں باوجودیکہ صدیق اکبر اپنا جان و
مال آنحضرت صلعم پر نثار کرنے کو تیار ہیں لیکن آپ اونٹنی پر اسوقت
تک سوار نہیں ہوتے جبتک کہ اسے خود نہیں خرید لیا جاتا آخرش
سفر شروع ہوتا ہے۔ ایک اونٹنی پر سرکار دو عالم اور دوسری پر
عامر بن فہیرہ و جناب ابی بکر۔ ماہ صفر کے آخری ایام ہیں جنکی مطابقت
ماہ جون ۶۲۲ء سے ہوتی ہے اور اسی روز سے اسلامی سنہ کی

بنیاد پڑی ہے

قریش مکہ کی تین دن کی تگ و دو اور تلاش بسیار کے بعد مایوس ہو چکے ہیں تاہم حضور صلعم کی گرفتاری کے لئے سو اونٹ بطور انعام دئے جانے کا اعلان کرتے ہیں۔ اس انعام کو سنکر بہت سے کفار کے منہ میں پانی بھر آتا ہے اور حضور کی تلاش میں نکلتے ہیں ان میں ایک شخص سراقہ بن مالک بھی ہے جو اپنی شہزوری پہلوانی اور سپہگری کے لئے تمام عرب میں مشہور ہے

کوئی شخص سراقہ کو بتاتا ہے کہ تین مسافر مدینہ کے راستے پر سفر کر رہے ہیں یہ سن کر سراقہ مسلح ہوتا ہے اور اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہو کر رسول صلعم کے تعاقب میں نکلتا ہے۔

اثنائے تعاقب میں ایک جگہ سراقہ کا گھوڑا ٹھوکر کھاتا ہے زمانۂ جاہلیت کی مشرکانہ رسم کے مطابق وہ فال نکالتا ہے کہ تعاقب کیا جائے یا نہیں جواب نفی میں آتا ہے مگر حرص و طمع طبیعت پر غالب ہے اور نفس پاپر گھوڑا اُڑائے چلا جاتا ہے۔ گھوڑا پھر ٹھوکر کھاتا ہے سراقہ کو غصہ آجاتا ہے اور وہ اُسے زیادہ تیز کرتا ہے یہاں تک کہ مدینہ کے مسافر نظر آتے ہیں۔ تیر کمان سنبھالتا ہے تیر کو چلہ میں چڑھا کر چھوڑنے ہی لگتا ہے کہ گھوڑے کے پاؤں ریت میں دھنس جاتے ہیں

سراقہ کو جھٹکا سا لگتا ہے اور وہ گھوڑے سے گرنے کے قریب ہو جاتا ہے۔ آخرش تیر کمان پھینک کر رحمۃ العالمین کی خدمت میں حاضر ہو کر طالب معافی ہوتا ہے۔ اپنے تعاقب اور قریش کے انعام کا ذکر سناتا ہے۔ سرکار دو جہاں اُسے معاف فرماتے ہیں لیکن سراقہ اصرار کرتا ہے کہ تحریری معافی دی جائے۔ حضرت صلعم تحریری معافی دے دیتے ہیں اور ارشاد فرماتے ہیں "سراقہ! میں تیرے ہاتھوں میں سونے کے کنگن دیکھتا ہوں" یہ پیشگوئی حرف بحرف سراقہ کے حق میں پوری اُترتی ہے حضرت عمر کے زمانۂ خلافت میں ایران فتح ہوتا ہے۔ کسریٰ کے خزانے پر مسلمانوں کا قبضہ ہو جاتا ہے اور مال غنیمت کے ساتھ فاروق اعظم کو روانہ کیا جاتا ہے۔ جب اس میں سے کسریٰ کے سونے کے کنگن برآمد ہوتے ہیں تو آپ سراقہ کے ہاتھوں میں پہنا دیتے ہیں

طلوع بدر

مکہ سے آنحضرت کی روانگی کی خبر اہل مدینہ کو مل چکی تھی عاشقان شمع رسالت کا یہ عالم تھا کہ ہر روز صبح سویرے انتظار آمد رسول میں راستے سے دور تک نکل جاتے مگر اُن کو یہ علم نہیں تھا کہ آپ نے تین یوم تک غار ثور میں قیام فرمایا ہے اس لئے یہ تین روز کا عرصہ نہایت بے قراری میں گزارا۔ آخر انتظار کا وقت پورا ہوا۔ آٹھ ربیع الاول کو

"بدر رسالت" افق مدینہ پر جا چمکا۔ شہر مدینہ سے تین میل کے فاصلے پر نواح مدینہ کی ایک آبادی قبا کے نام سے مشہور ہے۔ یہاں انصار کے کئی ممتاز خاندان مقیم تھے۔ ان میں عمر بن عوف کا خاندان زیادہ مشہور تھا۔ حضرت صلعم نے مدینہ میں داخل ہونے سے پیشتر اس جگہ چودہ یوم تک قیام فرمایا۔ ورود مسعود کی خبر آناً فاناً مدینہ تک پہنچ گئی اور عاشقان رسول صلعم جوق در جوق زیارت کے لئے آنے لگے۔ دوران قیام قبا میں حضرت علی بھی آپ سے آملے اور وہاں سب سے پہلی مسجد کی بنیاد ڈالی گئی۔ اس مسجد کی تعمیر میں آپ نے خود اپنے ہاتھ سے کام کیا۔ بائیس ربیع الاوّل کو آپ قبا سے مدینہ تشریف لے گئے۔ اب تک اہل مدینہ کی تمام آبادی قبا تک پہنچ گئی تھی۔ اک عظیم الشان شاہانہ جلوس کے ساتھ آپ کا مدینہ میں داخلہ ہوا۔ شہر یثرب کو دلھن کی طرح سجایا گیا اور ورود مبارک کا دن اہل یثرب کے لئے گویا یوم عید تھا۔ خواتین یثرب دف بجا بجا کر یہ گیت گاتی تھیں

طلع البدر علینا من ثنیات الوداع

وجب الشکر علینا ما دعا للّٰہ داعی

اہل یثرب میں سے ہر شخص کی دلی خواہش تھی کہ وہ حضرت صلعم کی مہمان نوازی

کا شرف حاصل کرے۔ آپ نے اس خیال سے کہ کسی کی دل آزاری نہ ہو اپنی اونٹنی کو چھوڑ دیا کہ جس جگہ یہ بیٹھ جائے گی وہی میری قیامگاہ ہو گی اونٹنی حضرت ابو ایوب انصاری کے مکان کے سامنے بیٹھ گئی آنحضرت نے وہیں قیام فرمایا اور اس جگہ مسجد نبوی کی اپنے مبارک ہاتھوں سے بنیاد ڈالی اور صحابہ کے ساتھ بطور مزدور و معمار کام کیا۔ اس تعمیر کی تکمیل پہ اہلِ ایمان سکون سے اپنی نمازیں ادا کرنے لگے۔

خوابِ فاروقی

مدینہ کے حالات مکہ معظمہ سے بالکل مختلف تھے۔ یہاں ایک کی جگہ دو مساجد تیار ہو گئیں۔ اہلِ ایمان اوقاتِ معینہ پر معبودِ حقیقی کی درگاہ میں جبہ سائی کرتے تھے۔ کوئی عبادت سے روکنے والا یا خلل اندازی کرنے والا نہ تھا۔ نہ سر بسجود ہونے کیلئے کفارِ قریش کا اندیشہ تھا۔ اب اس امر پر غور ہونے لگا کہ اوقاتِ نماز پر نمازیوں کا اجتماع کس طریق پر ہو۔ مختلف تجاویز دربارِ رسالت میں پیش ہوئیں۔ کسی نے ناقوس، کسی نے جرس اور کسی نے قرنا پھونکنے کی رائے دی

ان تجاویز پر غور ہو ہی رہا تھا کہ ایک شب عمر ابن خطاب رضؓ ایک خواب دیکھتے ہیں کہ کوئی شخص یہ کلمات پکار رہا ہے "اللہ اکبر اللہ اکبر" حضرت عمرؓ صبح کو اپنا خواب آنحضرت صلعم سے عرض کرتے ہیں

ایک اور صحابی بھی جنھوں نے اسی قسم کا خواب دیکھا تھا اپنا خواب سُناتے ہیں مگر حضرت عمرؓ ان کے تمام کلمات اوّل سے آخر تک سُناتے ہیں آنحضرت صلعم یہ سنکر فرماتے ہیں کہ تمھارا خواب سچّا ہے یہ ایک قسم کا الہام غیبی ہے جو کچھ تم نے دیکھا اور جو سُنا یا وہ مسلمانوں کی عبادت کے لئے جمع ہونے کی آواز ہے یہ "اذان" ہے جو دنیا کی ہر وادی سے گونجیگی۔ دہر کے ہر گوشے میں اہلِ ایمان اس آواز کو سُن کر مساجد میں جمع ہوا کریں گے۔ توحید کی امانت سینوں میں رکھنے والے قیامت تک ان کلمات کو دُہراتے رہیں گے اور "توحید" ان کلمات کی گونج سے دنیا میں پھیلے گی۔ نماز کے وقت ایک شخص بلند آواز سے یہ کلمات پکارے اور اہل اسلام اس آواز کو سُن کر نماز کے لئے جمع ہوں

اس طرح سے اذان۔ خواب فاروقی کی تعبیر ثابت ہوئی۔ تیرہ سو سال سے آج تک اس کی آواز دنیا کے ہر گوشے میں پانچ وقت گونجتی ہے اور تا قیامت اسی طرح گونجتی رہیگی :-

---

عروس اجنادین

خلیفۂ اول حضرت ابوبکر صدیق جب جھوٹے مدعیان نبوت کے فتنۂ ارتداد اور عربی قبائل کی بغاوتیں فرو کر چکے تو آپ نے اپنی تمام تر توجہ شام کے عیسائیوں کی ریشہ دوانیوں کی طرف مبذول کی۔ "فتح یمامہ" اور مسیلمہ کذاب کے قتل سے دوسرے مدعیان نبوت کے حوصلے پست کر دیئے اور مختلف قبائل عرب نے جو سرکشی پر آمادہ تھے خلیفۂ اسلام کی اطاعت قبول کر لی۔ عراقی مسیحیوں کا بوجہ قرابت شام کے عیسائیوں سے چولی دامن کا ساتھ تھا۔ سجاح کی پسپائی اور مالک بن نورہ "و" بنی تمیم کے عیسائیوں کی شکست نے اُن کے جذبۂ انتقام کو تیز کر دیا اور وہ اسلام کی ہر ممکن بیخ کنی پر آمادہ ہو گئے

نوبت یہ اینجا رسید کہ ہرقل شاہ روم نے بھی امدادی ہوا عیلہ کئے اور شامی عیسائیوں کے حوصلے اس قدر بڑھائے کہ آخر انھوں نے مسلمانوں سے ٹکر لے ہی لی۔

حضرت ابو بکر صدیق نے ایک لشکر اسامہ بن زید کی ماتحتی میں شامیوں کے مقابلے پر روانہ کیا تھا کچھ عرصہ کے بعد جب یہ لشکر واپس آ گیا تو معلوم ہوا کہ دنیا کی سب سے بڑی عیسائی سلطنت "رومتہ الکبریٰ" کا مالک ہرقل حکومت و خلافت اسلام مٹانے کو تیار ہے

شاہ ہرقل کے ارادوں کا علم جب ابو بکرؓ کو ہوا تو آپ نے اس خطرے کا احساس کر کے مختلف عربی قبائل کو خطوط لکھے کہ مدافعت کے لئے ضروری ہے کہ اسلامی لشکر تیار کیا جائے اس لئے عربی قبائل کو مدینہ منورہ میں طلب کیا۔ خلیفۂ اسلام کی دعوت پر ہر طرف سے عربی قبائل سمٹ سمٹا کر مع بال بچوں کے مدینہ جا پہنچے۔ اہل مکہ و نواح مکہ بھی اپنی کل ذریات، ڈیرے خیمے۔ اونٹ گھوڑے۔ بال بچے اور بوڑھے جوان کو ہمراہ لے کر مدینہ میں آ گئے

حضرت ابو بکر نے ان قبائل پر یزید بن ابی سفیان اور ربیعہ بن عامر کو سردار مقرر کیا اور براہ تبوک شام کی طرف روانہ کر دیا۔ پھر ایک لشکر بماتحتی عمرو ابن العاص ایک دوسرے راستہ سے شام کو بھیجا اور آخر میں تیسرا لشکر حضرت ابو عبیدہ کی سرکردگی میں روانہ کر کے مہم شام کی کمان ان کے سپرد کر دی

نصائح خلیفہ اوّل ۔ لشکر اسلام کی روانگی کے وقت

ابوبکر صدیق نے قائدین عساکر کو نصیحت فرمائی کہ "ہر وقت اللہ سے ڈرتے رہو۔ فریب نفس میں ہرگز نہ آؤ۔ اللہ اُس کی مدد کرتا ہے جو اپنی مدد آپ کرے۔ اپنی فوج پر مثل باپ کے شفیق رہو۔ دشمن کی کثرت سے خوف نہ کرو۔ سستی و کاہلی سے ڈرو اور نماز کا التزام رکھو۔ اگر لشکر کا کوئی شخص خلاف شرع فعل کرے تو اُسے سزا دو لیکن شدت سے نہیں اور سزا کو چھوڑو بھی نہیں تاکہ وہ زیادہ دلیر نہ ہو جائے ظلم و جور سے دور رہو کیونکہ ظالم کو رستگاری نہیں ہوتی۔ جو مقابلہ نہ کرے اُس سے لڑنے کی ضرورت نہیں۔ بوقت غلبہ کمسن بچوں بوڑھوں اور خواتین کو نہ مارو۔ کھیتوں کو تباہ و برباد اور جانوروں کو ناکارہ نہ کرو۔ جو عہد و پیمان کیا جائے اُس پر قائم رہو۔ عبادت خانے مسمار نہ کرو۔ ہمیشہ یکدلی و مشاورت سے کام کرو۔ اگر غیر مسلم اطاعت قبول کرلیں تو اُن کے جان و مال کی حفاظت کرو جو گوشہ نشینی کو عبادت خداوندی سمجھیں انھیں اور اُن کے عبادت خانوں کو خراب کرنے سے پرہیز کرو"

ان نصیحتوں کا مقابلہ اگر آج متمدن زمانہ کے شعار بن جانے والے احکامات جنگ سے کیا جائے تو زمین و آسمان کا فرق نظر آتا ہے اسلام نے جہاں اُمور دیگر میں اصلاح کی وہاں جنگ کے بھی

نہایت زرین اصول قائم کر دئے جن سے کارزار کی ہولناکیوں
وحشت و بربریت اقوام کی تباہی اور شہروں کی بربادی کو ممنوع قرار
دیا۔ نیز جنگ کی بھی صرف اسی صورت میں اجازت دی جبکہ دشمن کا
"دفاع" مقصود ہو مگر آج دنیا میں بجائے محاربات دفاعی (Defen
sive) کے ملک گیری (aggressive) جنگ ہو رہی ہے
مہذب ممالک کے ڈکٹیٹر ہر قسم کے سامان زندگی کو تباہ و برباد کرنیکا حکم
دیتے ہیں بے پناہ شہروں پر جو ہوائی تاخت ہو رہی ہے وہ ہلاکو
اور چنگیز کی تباہ کاریوں سے بھی نمبر لیگئی ہے۔ مادہ پرست اقوام
قوت مادی کے بھروسے پر مخلوق خدا کو اس بے رحمی سے برباد کر رہی
ہیں کہ زمانۂ جاہلیت کی وحشت و بربریت بھی اسکی مثال پیش نہیں کر سکتی

خلیفہ اوّل نے اپنے تمام جرنیلوں کو زرّین ہدایات دیں اور
بہترین اصول جنگ کا سبق دیکر ایک عظیم الشان سلطنت (جو دنیا
کے تین براعظموں یورپ، افریقہ و ایشیا تک پھیلی ہوئی تھی) اسکے مقابلہ پر
بھیجا تاکہ جزیرۃ العرب کی حدود کی حفاظت اور دشمن کا دفاع ہو سکے
ملک گیری کی ہوس اور وسعت سلطنت کا عشر عشیر بھی خیال نہ تھا

عمر ابن عاص کی کامیابی

عمر اپنے لشکر کو لیکر نہایت تیزی سے ارض فلسطین تک بڑھے

گئے اور وادیٔ احمر کے قریب خیمہ زن ہوئے۔ یہاں دیگر افسران فوج اسلام بھی جو مختلف اطراف سے روانہ ہوئے تھے۔ ان سے آملے۔ ہرقل نے اپنے نامور جرنیل روبین کو حکم دیا کہ ایک لاکھ لشکر کے ساتھ عربوں کا مقابلہ کرے۔ دوسری طرف سے اسلامی فوج نے بھی حدبندی کی بغرضیکہ زبردست معرکہ ہوا جس میں سعید بن خالد برادر زادہ عمر ابن العاص نہایت بہادری سے لڑکر شہید ہوئے اور اسلامی لشکر کو فتح عظیم نصیب ہوئی

عمر نے اس فتح کے حالات قلمبند کرکے خلیفۂ اوّل کو روانہ کئے۔ جب جناب ابوبکر کو معلوم ہوا کہ رومی لشکر ایک بڑی تعداد میں "اجنادین" کے قریب جمع ہو رہا ہے اور ابوعبیدہ ابھی "ایلیا" سے بھی آگے نہیں بڑھے تو آپ نے اس خیال سے کہ وہ نرم طبیعت کے انسان ہیں۔ رومیوں سے مقابلہ کی صلاحیت نہیں رکھتے صحابہ سے مشورہ کرکے ایک خط خالد بن ولید کو تحریر کیا جو اس وقت جنگ قادسیہ میں مصروف تھے اور تاکید کی کہ فوراً شام کی طرف روانہ ہو جائیں۔ خالد پندرہ سو جنگجو بہادر لے کر فوراً دمشق کی طرف بڑھے اور محاصرہ شروع کیا۔ اہل دمشق نے ہرقل شاہ روم سے امداد طلب کی جس نے وردان کی ماتحتی میں ایک فوج روانہ کی۔

اور اہلِ دمشق قلعہ بند ہو کر شاہ ہرقل کے داماد توما کی قیادت میں لڑنے لگے۔ وردان کی روک تھام کے لئے خالد نے ضرار بن الازور کو بھیجا جنھوں نے وردان کے بیٹے حمران کو قتل کر دیا لیکن خود گرفتار ہو گئے۔ اب رافع بن عمیرہ نے اسلامی فوج کی کمان سنبھالی دوسرے روز وردان کو شکستِ فاش ہوئی اور وہ ہزیمت خوردہ لشکر کے ساتھ بھاگ نکلا۔ اس اثناء میں خالد کو رومی افواج کے اجنادین میں جمع ہونے کا علم ہوا اور یہ اسی طرف روانہ ہو گئے

چند روزہ سہاگ

خالد کے اجنادین پہنچتے ہی دیگر طلب شدہ جرنیل بھی مع عساکر آن سے آملے مختلف اسلامی عساکر کے ایک مقام پر جمع ہونے سے تمام لشکر میں چہل پہل ہو گئی۔ چونکہ سرداران عرب اور اہل لشکر کے ہمراہ بچے اور خواتین بھی تھیں اس لئے بہت سے والدین نے اپنے بچوں کی شادی میدان جنگ میں ہی کر دی۔ عتبہ بن ربیع نے اپنی دختر کا عقد ابان بن سعید بن العاص کے ساتھ کر دیا جو کہ نہایت شجاع و جانباز نوجوان تھے۔

اب دشمن کا لشکر کثرت سے اجنادین میں جمع ہونے لگا خالد نے رومی جرنیل کو زیادہ مہلت دینا جنگی نقطۂ نظر سے مہلک

سمجھا اور عروسانِ اسلام کے عقد کے تیسرے روز ہی اسلامی لشکر
رومی فوج کے مقابلے پر مرتّب کیا گیا۔

مردوں کی ترتیبِ جنگ کے بعد خالد، خواتین کی طرف
متوجہ ہوئے اور بڑے بڑے تابعین۔ عمالقہ اور بنو حمیر کی خواتین میں سے
عفیرہ بنت عفار الحمیدیہ۔ ام ابان بنت عتبہ جن کی شادی کو محض سہ یوم
ہوئے تھے اور سلمیٰ بنت نعمان وغیرہ کو منتخب کر کے کہا کہ "اے
اولاد تباعیہ وبقیہ عمالقہ! تم نے وہ کام کیئے ہیں جن سے خدا اور
مسلمان خوش ہیں۔ تمھارا ذکرِ خیر رہتی دنیا تک رہیگا۔ بہشت کے
دروازے تمھارے لئے وا ہیں۔ مجھے تم پر اور تمھاری جرأت پر
پورا پورا اعتماد ہے اگر بزدل رومی اس طرف رُخ کریں تو انھیں فوراً
قتل کردو۔ اگر مسلمان رومیوں کو پشت دکھائیں تو انھیں
غیرت دلاؤ اور میدان کی طرف واپس بھیج دو۔"

یہ سُنکر عفیرہ نے کہا کہ "اے سردارِ لشکر! ہماری دلی
خواہش ہے کہ ہمیں فوج کے آگے کردیا جائے تاکہ دشمن پر پہلا حملہ
کرسکیں"۔ خولہ بولیں "اے امیر! خدا کی قسم ہمکو رومیوں کے لاتعداد
لشکر اور بھیڑ بھاڑ کی ذرّہ بھر پروا نہیں" - اور امّ ابان اک جوش کی
حالت میں کہنے لگیں "یا سردار فوج! میری اور میرے شوہر کی جان

اللہ کی رضاجوئی اور ناموس اسلام کے لئے وقف ہے"۔

حضرت خالد ان جانباز خواتین کے کلام سے ازحد مسرور ہوئے اور کہا کہ جس قوم کی خواتین ایسی دلیر ہوں، فتح و نصرت کیوں اُس کے قدم نہ چومے۔ مجھے یقین کامل ہے کہ عنقریب ہمکو دشمن پر فتح کامل ہوگی"۔ پھر افسران لشکر کو قلب لشکر میں ضروری ہدایات دے کر آپ نے کہا "کہ جس طرف دشمن کا زور دیکھو اُس طرف کا خاص طور پر رُخ رکھو"

بہرحال رومی لشکر پر حملہ کیا گیا جو کہ چند روزہ جنگ کے بعد وردان کو مقتول دیکھ کر بھاگ نکلا۔ نوّے ہزار رومیوں میں سے پچاس ہزار قتل ہوئے۔ باقی قساریہ و دمشق کی طرف چلے گئے۔

اب خالد نے دمشق کا رُخ کیا تاکہ وہاں رومی فوج قدم نہ جمانے پائے اور شہر کے مختلف دروازوں پر چیدہ چیدہ افسر متعین کردئے

ہرقل کا داماد توما، باب توما پر حملہ آور ہوا جہاں پر شرجیل بن حسنہ اور ابان بن سعید تعینات تھے اور نہایت چیدہ رومی بہادروں کو لے کر ابان بن سعید کے دستہ پر حملہ کردیا۔ شرجیل ابان کی امداد پر بڑھے۔ گھمسان کا معرکہ ہوا جس میں ابان بن سعید ایک زہریلے تیر سے زخمی ہوئے۔ توما کچھ دیر لڑنے کے بعد شہر میں داخل ہو کر محصور ہوگیا

اور ابان بن سعید جن کا زخم کاری تھا جسم میں سے تیر نکالنے پر انتقال کر گئے اور ام ابان جن کے سہاگ کو ایک ہفتہ بھی نہ ہوا تھا فلک کجرفتار کے ہاتھوں ایک عروسِ نو سے ناشاد بیوہ ہو کر رہ گئیں

بیوہ کی شجاعت

ام ابان اس ناگہانی موت کی خبر سن کر خاوند کی لاش کے قریب آئیں۔ آہ وہ دلریش لمحہ! نوجوان بیوہ کے عروسی جوڑہ زیب تن ہے اور جملہ آرائشوں سے آراستہ و پیراستہ۔ وہ لاش کے سرہانے کھڑی ہو کر کہتی ہے ۔

هنیئا بما اعطیت ففیت الی جوار الرب . هو الذی جمع بیننا

(اے میرے شوہر! مبارک تھیں وہ چیز جو ملی یعنی ہم آغوش موت ہونا تم اللہ کے سایہ کی طرف روانہ ہوئے۔ ایسا پروردگار جس نے تمکو اور مجھے ایک جگہ جمع کیا اور پھر تمکو مجھ سے علیحدہ کر دیا۔ قسم ہے اس رب کی میں تمہارے مشن کو پورا کروں گی اور راہِ خدا میں جہاد کرونگی یہاں تک کہ تم سے آملوں۔ تمہارے بعد دنیا میرے لئے ہیچ ہے)

پھر خاوند کی لاش کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھ کر انا للہ پڑھا اور آنسو بہاتے ہوئے لاش سے علیحدہ ہو گئیں

جب تجہیز و تکفین ہو چکی تو ام ابان پھر سے سرفروشی پر کمربستہ ہو گئیں

اُس کے لباس اور ہتھیاروں کو بوسہ دیا اور کہنے لگیں ؎

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

آخر ابان بن سعید کے اسلحہ سے مسلح ہو کر خالد بن ولید کے پاس پہنچیں اور اُن سے دریافت کیا کہ میرا شوہر کس جگہ زخمی ہوا تھا۔ جواب ملا [illegible] توما کا مقابلہ کرتے ہوئے باب توما پر

امِّ ابان بھپری ہوئی شیرنی کی طرح شرجیل [illegible] میں پہنچیں، اپنے خاوند کے دستہ فوج کو ساتھ لیا اور [illegible] سے باب توما پر حملہ کر دیا۔

"باب توما" دمشق کی کنجی اور نہایت [illegible]
جس کی حفاظت پورے جنگی سامان اور چیدہ [illegible]
خود کر رہا تھا۔ اس جرنیل کا مقابلہ ایک مسلم [illegible]
سہاگن اور لباسِ عروسی میں تھی اک دل [illegible]
ہستی سے بے نیاز، اس شدت سے کرتی [illegible]
رومی صلیب بردار کو جس کے ہاتھ میں جواہرات [illegible]
سے ہار دیتی ہے صلیب اسلامی لشکر میں آ [illegible]
اس پر قبضہ کر لیتے ہیں۔ توما مقدس صلیب [illegible]

دروازہ کھول کر حملہ آور ہوتا ہے اور فصیل شہر سے محصورین مسلمانوں پر تیر برساتے ہیں۔ شرجیل اسلامی لشکر کو فصیل کے قریب سے پیچھے ہٹاتے ہیں لیکن توما جوش وخروش سے حملہ کرتا ہے اور انھیں اپنے نرغہ میں لے لیتا ہے۔ اس ہوشربا وقت میں جب بڑے بڑے بہادر دم بخود رہ جاتے ہیں، وہی کمزور مسلم لڑکی دو دستی تلوار چلاتی آگے بڑھتی ہے اور گاجر مولی کی طرح رومیوں کو کاٹتی شرجیل کو دشمن کے حصار سے صاف نکال لے جاتی ہے۔ جب اسے معلوم ہوتا ہے کہ حملہ آور فوج کا سردار توما میرے شوہر کا قاتل ہے تو حسب ذیل اشعار اسکی زبان پر جاری ہو جاتے ہیں اور یہ کہہ کر دشمن پر حملہ آور ہوتی ہے جیسے صیاد اپنے صید کا شکار کیا کرتا ہے ؎

امّ ابان فاطلبی تبارك　　صولی علیهم صولة التدارك

قد ضج جمع الروم من هالك　　لا قسمت لا حلت عن المعارك

ولنت طاعت بکمر تبارك

"اے امِ ابان اپنا بدلہ لے اور سخت سزا دینے والا حملہ دشمن پر کر یہاں تک کہ رومی تیرے تیروں سے عاجز آ جائیں۔ میں نے قسم کھائی ہے کہ دم واپسیں تک لڑتی رہوں اور اے میرے شوہر تجھ سے علیٰحدہ ہو کر اب زندگی اختیار نہیں کروں گی۔"

یہ کہہ کر اُم ابان نے بسم اللہ و علی ملۃ رسول اللہ۔
کہہ کر توما کی طرف تیر پھینکا جو اس کی سیدھی آنکھ میں جا کر گڑ گیا۔ ام ابان
کی ہمت سے مسلمان بھی جوش میں آ گئے اور دوبارہ رومیوں پر حملہ
کر دیا جس سے دشمن کے پاؤں اُکھڑ گئے اور توما زخمی ہو کر قلعہ بند ہو گیا

فتح دمشق

جب توما کا زخم اچھا ہو گیا تو اُس نے اپنا بدلہ لینے کیلئے
اور مسلمانوں سے صلیب چھیننے کو اک زبردست حملہ کا ارادہ کیا
اور وہ بھی اس طرح کہ نصف شب کے قریب مسلمانوں پر شبخون مارا
اسلامی فوج کے پاسبان دستے نے اُسے روکا اور تمام اسلامی لشکر
جو کہ خواب استراحت میں تھا فوراً سے پیشتر تیار ہو گیا
گھمسان کا معرکہ پڑ رہا تھا۔ توما نے مسلمانوں سے مخاطب
ہو کر کہا کہ مجھے مقدس صلیب اور وہ شخص جس نے میری آنکھ ناکارہ
کی ہے دے دیا جائے تو میں اپنے لشکر کے ساتھ ابھی واپس جاتا ہوں
یہ سُن کر ام ابان آگے بڑھنے لگیں تا کہ مسلم اتلاف جان کے بدلے
اپنے آپ کو توما کے سامنے بحیثیت حملہ آور پیش کر دیں مگر شرجیل
نے کہا "میری عزیز بہن! قابل عزت! دختر اسلام!! اس دشمن خدا
کے مقابلہ کے لئے میں اکیلا ہی کافی ہوں۔ تم کسی قسم کی تکلیف نہ کرو"

یہ کہہ کر توما پر تلوار کا وار کیا جسے اُس نے چابکدستی سے ڈھال پر روک لیا۔ تلوار ٹوٹ کر شرجیل کے ہاتھ میں رہ گئی اور وہ رومیوں کے نرغہ میں آ گئے۔ قریب تھا کہ توما نہتے شرجیل کا خاتمہ کر دے کہ ام ابان اُن تک پہنچ گئیں۔ اس وقت اُن کے پاس صرف ایک تیر باقی رہا تھا۔ اک قوی ہیکل رومی ام ابان کے روکنے کیلئے بڑھا لیکن ساتھ ہی ام ابان کا تیر بھی اُس کا استقبال کرنے کو ترکش سے نکل چکا تھا۔ رومی نے اپنے ساتھیوں کو آواز دی اور اُنھوں نے ام ابان کو گرفتار کر لیا۔ توما کے سپاہی شرجیل کے پکڑنے کو بھی بڑھے تو ام ابان نے مغلوب الغضب ہو کر زور سے کہا "اے جوانان اسلام! تم کہاں ہو۔ سردار فوج پر یہ وقت گراں گزر رہا ہے" اس آواز پر عبدالرحمن بن ابی بکر اور ابان بن عثمان آگے آئے اور ان دونوں کو رومیوں کے پنجے سے چھڑا لیا۔ اب خالد بھی دشمن کو روندتے ہوئے شرجیل کی مدد کو پہنچ چکے تھے اس لئے توما بھاگ کر پھر قلعہ بند ہو گیا۔ خالد کو رومیوں کے شبخون مارنے اور بے خبر مسلمانوں پر حملہ کرنے کا سخت صدمہ تھا اس لئے اپنے لشکر کو ترتیب دے کر چاروں طرف سے دمشق پر حملہ کر دیا۔ رومیوں کے چھکے چھوٹ گئے اور انھوں نے فوراً "باب جابیہ" کی طرف ابوعبیدہ سے صلح کر لی اور اُن سے

صلحنامہ لکھوا کر دروازہ کھول دیا۔ ابو عبیدہ مع دیگر صحابہ کے جنکی تعداد پینتیس ۳۵ تھی شہر کے اندر داخل ہوئے۔ دوسری طرف باب شرقی کو فتح کر کے خالد کا لشکر بھی دمشق میں داخل ہوا۔ صدر شہر حضرت مریم کے کلیسہ کے قریب دونوں اسلامی لشکر آملے۔ ابو عبیدہ نے خالد سے التجا کی کہ شمشیر زنی بند کر دی جائے جس کا جواب خالد نے دیا کہ جبتک رومیوں کے ظلم کا بدلہ نہ لیا جائے گا لڑائی بند نہ ہوگی۔ خاص کر جب کہ میں نے دمشق بزور شمشیر فتح کیا ہے" آخر ش ابو عبیدہ نے خدا رسول کا واسطہ دیا تو خالد کا غصہ کچھ دھیما ہوا۔ اب صحابہ کرام کے مشورہ کے بعد دمشق کی فتح کا فیصلہ حضرت عمر پر موقوف رکھا گیا کہ آیا شہر دمشق کا فتح ہونا اس صلح کے ذریعہ سے تصور کیا جائے جو ابو عبیدہ نے کی ہے یا خالد بن ولید کی فتح دمشق سے

اسی اثناء میں رومی جرنیلوں اور توما کو تین روز کی مہلت دی گئی کہ اپنا تمام اثاثہ، مال و دولت اور جسکو اپنے ساتھ لے جانا چاہیں لے کر چلے جائیں۔ تین یوم تک اسلامی لشکر ان کا تعاقب نہ کرے گا اور نہ ان سے کسی قسم کا تعرض ہوگا۔

جب تین یوم گزر گئے تو تاریخ الدیباج کے مطابق پھر خالد رومیوں سے متصادم ہوئے اور پہلے ہی حملے میں ان کو شکست دی

توما کو ام ابان نے پہچان کر اس پر حملہ کیا اور خالد نے آگے بڑھ کر اُسے قتل کر دیا۔ ہرقل کی دختر بھی اس جنگ میں گرفتار ہوئی جسے خالد دمشق لے آئے۔ جب ہرقل کو داماد کے قتل اور بیٹی کے اسیر ہونے کا علم ہوا تو لشکرِ اسلام کی طرف ایلچی روانہ کئے کہ زرِ فدیہ لے کر اُسے آزاد کیا جائے

اس موقع پر ام ابان نے دختر ہرقل کے لئے پُرزور سفارش کی اور کہا "اے قائدِ لشکرِ اسلام! میں نے اپنے خاوند کا بدلہ اس خاتون کے خاوند سے لے لیا اور مرتے دم تک دشمنوں کو قتل کر کے اُس کی روح کو خوش کرتی رہوں گی لیکن اس شاہزادی کو رہا کر دیا جائے" چنانچہ خالدؓ نے ام ابان کے کہنے پر بنت ہرقل کو نہایت احترام کے ساتھ سفراء کے سپرد کر دیا جس کا اثر نہ صرف دمشق بلکہ تمام شام پر ایسا پڑا کہ اہل شام مسلمانوں کے گرویدہ اخلاق ہو گئے اور اس طرح فتح دمشق کا سہرا "عروس اجنادین" ام ابان کے سر رہا

بہن کی محبت

خولہ بنت الازور

آنحضرت صلعم کی حیات میں جتنے غزوات ہوئے قریب قریب اُن سب میں ازواج مطہرات اور دیگر صحابیات سے فرائض جنگ میں نہایت شجاعت سے حصہ لیا۔ خلفائے راشدین کے عہد میں بھی مسلم خواتین نے وہ محیّر العقول کارنامے سرانجام دئے ہیں جن کی مثال تاریخ دنیا پیش کرنے سے قاصر ہے۔

خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کے عہد میں جب جنگ یمامہ ہوئی تو بےشمار صحابیات نے اس میں شرکت کی اور جس وقت عساکر اسلامی عراق، فلسطین و شام میں مصروف جنگ تھے تو یہ دلیر خواتین بھی اُن کے دوش بدوش تھیں۔ ان محاربات میں انھوں نے ایسے کارہائے نمایاں انجام دئے جن سے نہ صرف جنگ کے نقشے پر اثر پڑا بلکہ قوموں کی تقدیر بھی پلٹ گئی۔

محمد بن واقدی نے "فتوح الشام" میں بےشمار خواتین

اسلام کا ذکر کیا ہے جن میں خولہ بنت الازور، ہمشیرہ ضرار کو خاص اہمیت دی ہے

شجاع بھائی

برادر خولہ، ضرار بن الازور شجاعان عرب میں یکتا نوجوان تھے اور تہوّر و شجاعت میں فقید المثال سمجھے جاتے تھے۔ اسلام کے اس نوجوان سپاہی کی عمر بمشکل اٹھارہ سال کی تھی کہ وہ تمام عرب میں اپنے کارہائے نمایاں کی وجہ سے لاثانی شہرت حاصل کر چکے تھے

ضرار کے تمام رشتہ دار، باپ۔ بھائی چچا وغیرہ غزوات نبوی میں شہید ہو چکے تھے۔ ایک بڑھیا ماں اور بہن خولہ کل خاندان کی باقیات تھیں۔ ماں مکہ مکرمہ میں اور بہن ضرار کے ساتھ ہر معرکے میں۔ دونوں بہن بھائی ایک دوسرے کے شیدا اور جاں نثار تھے ان کی ایک دوسرے سے الفت عساکر اسلامیہ میں ضرب المثل ہو گئی تھی

ضرار و خولہ جس طرح نیزہ بازی شہسواری اور بہادری میں مشہور تھے۔ اسی طرح ان کے ذوق سخن۔ شعر و شاعری کا بھی ہر جگہ چرچا تھا۔ دونوں بہن بھائی فی البدیہہ اشعار کہتے تھے۔ جو شعر ان کی زبان سے نکلتا وہ فوراً زباں زد عام ہو جاتا تھا

ضرار کی گرفتاری ۱۳ھ میں ابوبکر صدیق نے عساکر اسلامی کا

رُخ تبوک و عراق سے دمشق کی طرف بدل دیا۔ یہ شامی عیسائیوں کی معاندانہ روش کا جواب تھا۔ ہرقل کی افواج نے دمشق کے قریب مسلمانوں کا مقابلہ کیا اور اسلامی لشکر مقیم فلسطین کا راستہ روکنے کے لئے بڑھا تاکہ مسلمانوں کو کمک نہ پہنچ سکے۔ خالد بن ولید نے ان کی نقل و حرکت کا اندازہ لگا کر ضرار بن الازور کو پیش بندی کے لئے روانہ کیا۔ ضرار نے بیت لیا کے قریب ٹڈی دل رومیوں پر اپنے پانسو سواروں سے حملہ کر دیا اور لڑتے لڑتے رومی جرنیل وردان تک پہنچنے کی کوشش میں تھے کہ تلوار اور نیزہ بیکار ہو کر رہ گیا آخرش رومیوں نے نرغے میں لے کر گرفتار کر لیا

ضرار کی گرفتاری پر رافع بن عمیرہ نے اسلامی فوج کی کمان سنبھال لی اور خالد کو اُن کے دشمن کے ہاتھوں میں قید ہونے کی اطلاع دی۔ خالد کو ضرار بجید عزیز تھے وہ فوراً ایک دستہ فوج لے کر اُن کی رہائی کے لئے روانہ ہوئے اور رومی لشکر پر اس طرح آ کر گرے جیسے عقاب چڑیوں پر گرتا ہے لیکن خالد کے لشکر سے بھی آگے ایک سیاہ پوش سوار رومی لشکر پر نہایت شدت سے حملہ آور ہوا اور صفوں کو چیرتا ہوا قلب لشکر تک پہنچ گیا۔ وہاں سے گل لالہ بنا ہوا خون میں تربتر باہر نکلا اور دشمن کے داہنے بازو پر حملہ کر دیا وہ اس بے جگری

سے لڑ رہا تھا کہ خالد اور رافع ششدر رہ گئے کہ وہ کون نوجوان ہے
جو اس شجاعت سے مقابلہ آرا ہے

شوقِ تجسس اور اس کی امداد کے ارادے سے یہ دونوں
رومی لشکر کی طرف بڑھے اور جب سیاہ پوش نوجوان کے قریب ہوئے
تو خالد نے دریافت کیا "برادرم! تم کون ہو؟ کہ رومیوں کیلئے
صاعقہ بن کر ان میں ہلچل مچا دی اور اس بے جگری سے اپنی قیمتی جان
راہِ خدا میں دے رہے ہو۔ تمام لشکرِ اسلام تمھارا حال معلوم کرنے
کے لیے بیچین ہے"

سوار نے جواب دیا "میں خولہ بنت الازور ہوں۔ اپنے
عزیز بھائی کی تلاش میں قلبِ لشکر تک آ ئی لیکن آہ! میرے عزیز
از جان بھائی کا کچھ پتا نہیں" پھر نہایت دلسوز لہجہ میں یہ اشعار پڑھے

این الضہ اد لا اراہ یو می

ولا ارا قو می ومعشری

(ترجمہ) ضرار کہاں پنہاں ہیں۔ آج وہ مجھے نظر نہیں آتے میرے
اقربا اور قوم کو بھی دکھائی نہیں دیتے

ایا واحدی یا ابن امی

کدرت عیشی وزالت نو می

(ترجمہ) اے وحید و یکتا فرزند مادر۔ تو نے میرے عیش کو مکدر اور میری نیند کو حرام کر دیا"

یہ کہہ کر اک عالم بے اختیاری میں رومیوں پر حملہ کرنے لگیں لیکن اسی اثنا میں رومی فوج کے قدم اکھڑ گئے اور بہت سے مسلمانوں نے گرفتار کر لئے۔ ان اسیران جنگ سے معلوم ہوا کہ ضرار کو سلاسل پہنا کر حمص کی طرف شاہ ہرقل کے پاس روانہ کیا گیا ہے

یہ سُن کر خولہ تڑپ اٹھیں اور بولیں کہ "میں اکیلی دشمن کے ہاتھ سے اپنے بھائی کو رہا کرا کر لاؤنگی" اور یہ کہہ کر حمص کی طرف روانہ ہوئیں لیکن خالد نے رافع کو ایک سو سواروں کے ساتھ ان کے پیچھے ہی روانہ کر دیا۔ سلمانیہ کے قریب پہنچ کر خبر ملی کہ رومی ضرار کو لئے ہوئے ادھر ہی آرہے ہیں۔ یہ سُن کر رافع نے اپنے سواروں کو کمینگاہ میں بٹھا دیا۔ کچھ دیر کے بعد رومی بھی ضرار کو لئے ہوئے وہاں آپہنچے۔ خولہ نے دیکھا کہ ضرار زنجیروں میں جکڑے ہوئے گھوڑے پر سوار ہیں۔ برہنہ تلواروں کے ساتھ رومی سواروں کے نرغے میں اور نہایت بے کسی و اضطرار کی حالت میں یہ اشعار پڑھ رہے ہیں؎

الا مبلغا قومی وخولۃ انثنی   سبیل رہین مرتق الیل بالقیدی

اے قاصد! میری قوم اور خولہ کو اطلاع دے کہ میں اسیر ہوں اور قید و بند میں مبتلا

وحولی علوج الشام من کل کافر　　وما منھم الا محصن بالسراد

میرے گرد شامی کافروں کا گھیرا ہے۔ مسلح و غرق زرہ بکتر

فیا قلب مت غماً دفعة وحسرة　　ویا دمعی جودی بالفیض علی خدی

اے دل غم و حسرت میں مرجا اور اے آنسوؤ! تم میرے رخساروں پر فیاضی سے بہتے جاؤ"

اتراني اری اھلی وخولۃ مرۃ　　واذکر ما لنا علیہ من العھد

کیا میں اپنے اہل اور خولہ کو پھر بھی دیکھ سکوں گا۔ اور انھیں پھر بھی داستانِ پارینہ سناؤں گا"

خولہ نے جس وقت یہ اشعار سُنے تو ماہیٔ بے آب کی طرح تڑپ اٹھیں۔ فوراً رومی سپاہیوں کو کاٹتے ہوئے بھائی تک پہنچیں اور اُن کی بیڑیاں کاٹ کر رہا کرالیا۔ جب اسلامی کیمپ میں واپس آئیں تو ابو عبیدہ اور خالد بن ولید نے ہدیۂ تبریک پیش کیا تمام اسلامی لشکر نے اُن کی شجاعت کا اعتراف کیا اور جب اس بہادر دخترِ اسلام کے کارنامے کی اطلاع ابوبکر صدیق کو ملی تو انھوں نے ان دونوں شجاع بہن بھائی کو اپنی اولاد کا خطاب عطا فرمایا

خولہ کی اسیری

ضرار کی واپسی پر اسلامی لشکر نے پھر دمشق کا رُخ کیا اور ابھی محاصرے کو کچھ زیادہ وقت نہیں گزرا تھا کہ اطلاع ملی کہ رومی لشکر "اجنادین" میں بکثرت جمع ہو رہا ہے اور اس کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہوتا جاتا ہے چنانچہ خالد بن ولید نے دمشق کا محاصرہ چھوڑ کر اجنادین پر لڑنا زیادہ مناسب سمجھا اور مختصر سی فوج ابو عبیدہ کے پاس چھوڑ کر خود آگے بڑھے۔ ابو عبیدہ لشکر کے پیچھے مسلم خواتین۔ مریضوں اور بچوں کو اپنی مختصر سی جماعت کی حفاظت میں لے کر جب دمشق سے کچھ دور نکلے تو دمشقی سردار پولوس اور اس کے بھائی پطرس نے خواتین اور بچوں پر حملہ کر دیا۔ ابو عبیدہ نے اس فوج کو جس کی تعداد دس بارہ ہزار تھی روکنے کی کوشش کی مگر پطرس مسلم خواتین اور بچوں کو لے کر دمشق کی طرف روانہ ہو گیا۔ سہیل بن صباح اس ناگہانی حادثے کی اطلاع اسلامی لشکر کو دینے کے لئے روانہ ہوئے اور اس اثنا میں ابو عبیدہ پولوس کے لشکر سے جنگ کرتے رہے۔ جب خالد بن ولید کو خواتین اسلام کی گرفتاری کا علم ہوا تو انھوں نے فوراً رافع بن عمیر کو تو پطرس کے تعاقب میں بھیجا اور عبدالرحمن

بن ابی بکر اور ضرار کو ایک ایک ہزار سواروں کے ساتھ ابوعبیدہ کی امداد کیلئے روانہ کیا۔ ضرار نے نہایت دلیری سے رومی سردار پولوس کو گرفتار کرلیا اور تمام فوج تتر بتر ہو گئی۔ اب ضرار نے خالد سے عرض کیا کہ میں مسلم خواتین اور اپنی بہن کو رہا کرانے جاتا ہوں لیکن خالد خود مع چیدہ چیدہ بہادروں کے دستہ کے اُن کے ساتھ ہوگئے۔ ضرار بہن کی گرفتاری سے بعد پریشان تھے اور خالد کے تسلّی دینے کے باوجود محو فغاں چنانچہ شدّتِ الم سے یہ اشعار کہنے شروع کردئے ؎

یارب فرّج ماتری من کربتی ولا تمتنی عاجلاً عسرتی

(ترجمہ) اے میرے رب! میرے کرب والم کو فرحت سے بدل دے مجھے حسرت کی موت سے نہ مرنا پڑے

حتّی اریٰ بناظری اُختی ذالک مُنائی ثم ذالک بغیتی

(ترجمہ) یہاں تک کہ میں اپنی ہمشیرہ کو دیکھ لوں اور یہی میری آرزو وغایت ہے

اور پھر بطرس کے تعاقب میں چل نکلے جو اسیر خواتین کو لئے نہر استرماق کے کنارے پر ٹھیرا ہوا تھا تاکہ اپنے بھائی پولوس کا کچھ حال معلوم کرسکے۔

خولہ نے نماز عشاء سے فارغ ہو کر تمام خواتینِ اسلام کو بلا کر کہا "اے قوم حمیر کی بہادر دختران! اور ذریات تبع!! کیا تمھیں کفار کی قید میں ذلت و خواری کی زندگی پسند ہے؟ کیا تم وہ خواتین نہیں جن کی شجاعت کے اذکار تمام عرب اپنی مجالس میں کرتے ہیں؟ کیا اس اسیری سے موت! بہادری و دلیری کی موت!! ناموسِ اسلام پر قربان ہونے کی موت بہتر نہیں؟"

عفیرہ بنت عفار الحمیری نے جواب دیا "خولہ تم جو کہتی ہو وہ بالکل ٹھیک ہے لیکن نہ جب ہاتھ میں ہتھیار ہو اور نہ سواری کو گھوڑے تو ہم کر ہی کیا سکتی ہیں؟"

خولہ نے کہا "پیاری عفیرہ! تمھاری اور دوسری سب دخترانِ اسلام کی بہادری مسلّمہ ہے مگر عزم و صبر کی ضرورت ہے خیموں کی چوبیں موجود ہیں۔ ان چوبوں سے رومی ناکسوں کو مار کر ہم اُن کے ہتھیاروں پر قبضہ کر سکتی ہیں" یہ کہکر خولہ نے عفیرہ بنت عفار، ام ابان اور سلیمہ بنت نعمان کی ماتحتی میں خواتین کے دستے ترتیب دئے اور خیموں کی چوبوں سے رومیوں پر حملہ کر دیا اور بہت سے رومیوں کو مار کر اُن کے ہتھیاروں سے مسلم خواتین کو مسلح کر دیا۔ بطرس نے مسلم خواتین کو ہتھیار رکھنے اور

لڑائی بند کرنے کو کہا مگر خولہ کے دستے نے اُس کے ساتھیوں پر حملہ کر کے کئی ایک کو قتل کر دیا۔ یہ دیکھ کر لیطرس بھی اپنے لشکر کو ترتیب دینے لگا لیکن اسی اثنا میں اسلامی لشکر پہنچ گیا اور دو نوجوان سرپٹ گھوڑے دوڑاتے خواتین کی طرف بڑھے اور انھیں رومیوں سے مصروف جنگ دیکھ کر ہمت افزائی کرتے ہوئے دشمن پر ٹوٹ پڑے

خولہ نے دیکھا کہ ان میں ایک تو ضرار ہیں اور دوسرے اسلامی لشکر کے کمانڈر خالد بن ولید۔ چنانچہ ہر دو سے مخاطب ہو کر بولیں "اے سردار لشکر! اور اے ابن الأزور!! اللہ نے ہم کو تمھاری مدد سے بے پروا کر دیا تھا۔ ہم ان کفار کے لئے کافی ہیں۔ ضرار لیطرس کی طرف بڑھے لیکن پیشتر اس کے کہ وہ اس تک پہنچ سکیں خولہ نے بڑھ کر لیطرس کے گھوڑے پر تلوار کا اک وار کیا جس سے گھوڑا مع سوار گر گیا۔ ضرار نے اسے قتل کر دیا۔ رومی لشکر اپنے سردار کو مقتول دیکھ کر بھاگ نکلا اور دلیرانِ اسلام مظفر و منصور اسلامی کیمپ میں واپس آ گئے

"اجنادین۔ یرموک۔ الطاکیہ"

ایک بار روز قیام کے بعد اسلامی لشکر نے اجنادین کا رُخ کیا وہاں پہنچ کر خالد کو معلوم ہوا کہ رومیوں کی تعداد دروان کی

ماتحتی میں ایک لاکھ سے زائد ہو چکی ہے اور مسلم فوج محض پچیس ہزار ہے اس لئے انھوں نے تمام خواتین کو بھی مسلح کر دیا کیونکہ یطرس کے ساتھ اُن کی جنگ خود دیکھ چکے تھے تاکہ مسلم خواتین جہاں تیمار داری اور مرہم پٹی کے فرائض ادا کرتی ہیں وہاں وقت ضرورت میدان جنگ میں شمشیر زنی بھی کر سکیں۔

اثنائے جنگ اجنادین میں بے شمار رومی مقتول ہوئے رومی عربوں کا لوہا مان گئے اور انھیں یقین کامل ہو گیا کہ ہم میدان جنگ میں عربوں سے لڑ کر کامیاب نہیں ہو سکتے اس لئے اگر جناب خالد کو دھوکے سے قتل کر دیا جائے تو تمام قصہ تمام ہو جائے گا۔

لیکن خالد کو وردان کے اس حیلے کا علم ہو گیا نتیجہ یہ ہوا کہ وردان اپنے جال میں خود ہی پھنس کر قتل ہو گیا اور اسلامی فوج کے نرغے میں آکر پچاس ہزار رومی کام آئے۔

اجنادین کے بعد دمشق بھی فتح ہو گیا اور حمص بھی۔

ان مسلسل واقعات سے ہرقل سخت پریشان ہوا چنانچہ اُس نے ایک فیصلہ کن جنگ کا ارادہ کیا اور پانچ لاکھ فوج کو پانچ حصوں میں تقسیم کر کے مختلف اطراف سے پانچ جرنیلوں کی قیادت میں بڑھنے کا حکم دیا۔ اس کے بعد اپنے بیٹے قسطنطین کو ایک لشکر جرار کے ساتھ

قسار یہ روانہ کیا تاکہ وہ ساحلِ سمندر کی حفاظت کرے۔ اسلامی جرنیل کو جب معلوم ہوا کہ چالیس ہزار مسلمانوں کے مقابلے میں پانچ لاکھ فوج آرہی ہے تو یرموک کے وسیع میدان میں خیمہ زن ہوگئے جو تین طرف سے دریائے یرموک اور ایک ندی سے گھرا ہوا تھا۔ رومی لشکر بھی یرموک کی طرف بڑھا

چند خونریزیوں کے بعد پانچ رجب ۱۵ھ میں رومیوں کو ایسی شکست فاش ہوئی جسنے ہرقل کا دل توڑ دیا۔ ماہان رومی جرنیل میدان میں قتل ہوا۔ ایک لاکھ پانچ ہزار رومی بھی کام آئے اور کئی ہزار غرقِ دریا ہوئے جس کے مقابلے میں صرف تین ہزار مسلمان اس معرکے میں شہید ہوئے۔ مسلم خواتین بھی نہایت بے جگری سے اشعار رجز پڑھ پڑھ کر لڑیں۔ ہندہ بنت عتبہ نے اپنے خاوند ابوسفیان کے گھوڑے کے منہ پر لکڑی اُسے دشمن کی طرف پھیر دیا اور ابوسفیان کو غیرت دلائی کہ میدانِ جنگ میں لڑ کر جان دیں بنی لخم، بنی جذام بنی حمیر اور بنی خذلان کی خواتین نے بھی جوہر بہادری دکھلائے

خولہ نے بے شمار رومیوں کو قتل کیا اور تلوار کے ایک گہرے زخم سے مجروح ہو کر گرنے کو تھیں کہ عفیرہ نے انھیں سنبھال لیا۔ خولہ سات آٹھ گھنٹے کی بیہوشی کے بعد جب ہوش میں آئیں تو فوراً پھر میدانِ جنگ

کے لئے تیار ہو گئیں۔ اس اثنا میں ضرار بھی جنھیں بہن کے زخمی ہونے
کا علم بہت دیر میں ہوا تھا۔ خولہ کی تلاش میں آ پہنچے۔ انھیں مسلح دیکھ
کر بیحد حیران ہوئے اور زخم دیکھ کر کہنے لگے "خولہ! تیرے ایک زخم
کے بدلے تیرے بھائی نے سینکڑوں رومی قتل کر دیئے۔ اب ہتھیار کھول
دے۔ سجدۂ دوگانہ ادا کر اور دیکھ کہ تمام رومی لشکر بھاگ گیا
میدان یرموک ان کے مقتولین سے پٹا پڑا ہے

ان تمام فتوحات سے فارغ ہو کر عساکر اسلامی انطاکیہ
کی طرف بڑھے۔ یہاں سے ابو عبیدہ نے ضرار کو دو سو جوانوں کے
ساتھ شام کی طرف روانہ کیا تاکہ رومی فوجوں کی دیکھ بھال کرتے رہیں

ضرار دشمن کی گرفت میں

ضرار اپنے دستے کو لئے ہوئے بہت آگے بڑھ گئے اور ایک
رات کو جب کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ خواب غفلت میں تھے
الیہم بن جبلہ نے سات ہزار کے لشکر کے ساتھ اُن کے دو سو نوجوانوں پر
شبخون مارا۔ ضرار نے فوراً اپنے ہمراہیوں کو مقابلے کا حکم دیا لیکن کتنا
پالسو غسانیوں کو قتل کرنے کے بعد آخر گرفتار ہو ہی گئے۔ اس گرفتاری
کی اطلاع سفینہؓ نے جو کہ آنحضرت کے غلام تھے ابو عبیدہ کو پہنچائی۔
ادھر ایہم نے ضرار کو شاہ ہرقل کے پاس انطاکیہ روانہ کر دیا

جب خولہ کو بھائی کی گرفتاری کا علم ہوا تو حد سے زیادہ بے قرار ہو گئیں اور ضرار کی جدائی میں یہ اشعار کہے ؎

ولم اذقالو ضرار امطرح ترکنانی الارض العدو و دحنا

(ترجمہ) مجھے وہ وقت نہیں بھولا جب لوگوں نے کہا کہ ہم نے ضرار کو دشمن کے ملک میں چھوڑا اور رخصت کیا

ذکرت لیالینا ونحن جماعۃ نفرقنا ریب الزمان و

(ترجمہ)۔ ہم راتوں کو ذکر کیا کرے۔ ہم جمع تھے مگر زمانہ نے ہم میں مفارقت پیدا کی اور ہمیں ایک دوسرے سے جدا کر دیا

آخر خولہ مسلح ہو کر ابو عبیدہ کے پاس گئیں اور رومیوں کے تعاقب میں انطاکیہ جانے اور بھائی کو رہا کرانے کی اجازت طلب کی ابو عبیدہ نے جواب دیا "بیٹی صبر کرو۔ ضرار انشاء اللہ جلد رہا ہو جائینگے" ضرار کی گرفتاری کی اطلاع حضرت عمر کو پہنچائی گئی انھوں نے اسیوقت ان کی رہائی کے لئے مکتوب ہرقل کو تحریر کیا

یہاں ضرار جب انطاکیہ پہنچے تو شاہ ہرقل نے ان کے قتل کا حکم صادر کیا تھا لیکن یوقنا کی سفارش پر بطور اسیران جنگ انھیں مع ساتھیوں کے ایک قلعہ میں مقید کر دیا۔ ضرار کو عزیز بہن اور شفیق ماں کی یاد ستا رہی تھی۔ انھوں نے پچیس اشعار کا ایک منظوم خط لکھا جسکو

یوقنا نے ایک خاص قاصد کے ذریعہ اسلامی لشکر میں پہنچا دیا ابو عبیدہ
نے فوراً مکتوب کو پڑھنا شروع کیا اور جب ان اشعار پر پہنچے ؎

صائم مجد للبحی قول شائق ۔۔۔ الی عسکر الاسلام والسادۃ الغر

(ترجمہ) بلند زمین کے کبوتر تو میرا پیغام لشکرِ اسلام اور اس کے
بزرگ سرداروں کو پہنچا دے ؎

وقولی ضرار فی القیود مکبل ۔۔۔ بعید من الاوطان فی بلد وعر

(ترجمہ) اور کہ ضرار بیڑیوں سے جکڑا ہوا ۔ وطن سے دور دشوار جگہ میں
مقید ہے

تو بے اختیار رونے لگے ۔ ان کے ساتھ تمام سردارانِ اسلام
بھی گریہ کناں تھے ؎

پھر خالد بن ولید نے خط پڑھنا شروع کیا ؎

وقولی لهم ان لا اسیر بحرقۃ ۔۔۔ له علۃ بین الجوانح وصل

(ترجمہ) اور ان سے کہہ کہ قیدی نہایت بے قرار ہے اور اس کا
دل و استخوان جل رہے ہیں ؎

له من عداد العمر عشر وسبعۃ ۔۔۔ و واحدۃ عند الحساب بلا فکر

(ترجمہ) جس کی عمر بغیر سوچے اور فکر کئے محض اٹھارہ سال کی ہے
یہ اشعار پڑھتے ہی خالد نے انتقام اور محبت ضرار میں تلوار

ہاتھ میں پکڑی اور کہا کہ خدا کی قسم! جب تک خالد زندہ ہے ضرار کسی کی قید میں نہیں رہ سکتے" بعد ازاں یہ خط دست بدست سرداران اسلام میں پھرایا اور اس کے اشعار کو تمام لوگوں نے یاد کر لیا

بعد ازاں خولہ نے بھائی کا خط پڑھا اور رو کر کہنے لگیں سے

ابعد اخی تلذ جفن عینی ۔۔۔ وکیف نیام مقروح الجفون

(ترجمہ) کیا بھائی کی گرفتاری کے بعد میں سو سکتی ہوں اُسے کیونکر نیند آسکتی ہے جس کی آنکھوں میں قرحہ ہو

اس پر خالد اور تمام سرداروں نے کوچ کی درخواست کی اور عساکر اسلامی یلغار کرتے ہوئے الفاکیہ پہنچ گئے اور نہایت شدت سے رومیوں پر حملہ کر دیا

ابھی جنگ شروع ہوئی ہی تھی کہ یوقنا نے ضرار کو مع ہمراہیوں کے مسلح کر کے آزاد کر دیا اور وہ رومی صفوں کو چیرتے ہوئے اسلامی لشکر میں جا پہنچے۔ وہاں سے انھوں نے دیکھا کہ ایک سوار "وا ثارات الضرار" کا نعرہ لگا کر رومیوں کو قتل کر رہا ہے۔ ضرار جب اس کی طرف بڑھے تو دیکھا کہ خولہ ہیں۔ انھوں نے بہن کو سلام کیا اور کہا اے دختر ازور! مبارک ہو، تیرا بھائی تجھ سے آملا۔ اب باتوں کا وقت نہیں جان مادر اپنے گھوڑے کو میرے گھوڑے کے ساتھ ملا لے اور رومیوں کے

کے قتل میں شدت کر"

آخر ش بالیس رومی جرنیل میدان قتال میں کام آیا۔ رومی لشکر بھاگ نکلا۔ ہزارہا میدان میں مارے گئے اور بیس ہزار گرفتار ہوئے اس ہزیمت نے ان کی سیادت کا ایشیا میں خاتمہ کر دیا ہرقل قسطنطنیہ کی طرف بھاگ گیا اور تمام شہر پر مسلمان قابض ہو گئے

ابو عبیدہ نے جب فتح انطاکیہ کا حال عمرؓ کی خدمت میں روانہ کیا تو اس کے ساتھ ضرار کا منظوم خط بھی تھا اور خولہ و ضرار کی شجاعت کا خصوصیت سے ذکر کیا۔ خلیفۂ دوم نے جنھیں ہر مسلمان مجاہد اپنی ہستی سے بھی زیادہ عزیز تھا۔ روضۂ رسولِ اکرم پر دونوں بہن بھائی اور جملہ مجاہدینِ اسلام کے لئے دعائے خیر کی

خولہ اور ضرار ایک دوسرے کی ملاقات سے شاد شاد تھے فتح شام کے بعد وہ اپنی بوڑھی والدہ کے پاس مکہ مکرمہ پہنچے اور تا بہ حیات عساکر اسلام کے ساتھ جنگی خدمات ادا کرتے رہے

شرابی

(۱)

آخری وصیت

سنہ ۱۳ھ میں خلیفۂ اول ابوبکر صدیق نے ابوعبیدہ کی امداد
کے لیئے جو کہ شام میں مصروف پیکار تھے خالد بن ولید کو عراق سے
روانہ ہونے کا حکم بھیجا۔ خالد فوراً مثنیٰ بن حارث کو اپنی جگہ مقرر کرکے
شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ ایرانیوں نے اس موقع کو غنیمت جان
کر اور یہ دیکھ کر کہ مثنیٰ کے پاس ایک قلیل لشکر ہے ہرمزان کو اُنکے
مقابلے پر اُبھارا۔ مثنیٰ اپنے لشکر کی قلت و کمزوری کا اندازہ لگا کر
عرب کی طرف چلے گئے اور دربارِ خلافت سے امداد طلب کی۔ ابوبکر
صدیق اُس وقت سخت بیمار تھے اور مرض مہلک صورت اختیار
کر چکا تھا۔ آپ نے تمام حالات سے واقف ہو کر حضرت عمر کو بُلایا اور
اور وصیت فرمائی کہ "عمر تم میری علالت اور موت کا فکر نہ کرو بلکہ
سرحدِ ایران کو سنبھالو اور فوراً لشکر تیار کرکے ایران کی طرف روانہ کردو

اس وصیت کے دوسرے روز ابوبکر صدیق وصفا کا انتقال ہوگیا قبل از وفات آپ بمشورہ صحابہ کرام حضرت عمر کو اپنا جانشین قرار دے چکے تھے اس لئے حضرت عمر نے دم واپسیں کی وصیت کے احترام میں ابوعبیدہ کے زیر کمان فوج ایران روانہ فرمائی

دربار ایران نے ایک تجربہ کار جرنیل بہمن کو مقابلہ پر بھیجا جو شہر بابل کے قریب دریائے فرات کے کنارے خیمہ زن ہوا اور اپنے لشکر کو بصورت ہلال مرتب کیا تاکہ اگر مسلمان دریا کو عبور کر کے حملہ کریں تو جلد اُن کو اندر کی طرف دھکیل دیا جائے بیچ اپنے لشکر کے سامنے تیس جنگی ہاتھی کھڑے کر دئے۔ کئی روز گزر گئے تو ابوعبیدہ بے چین ہونے لگے۔ اِدھر بہمن نے یہ کہہ کہہ کر اشتعال دلایا کہ مسلمانوں میں اتنی ہمت ہی نہیں کہ وہ دریا پار کر کے ایرانی لشکر پر حملہ کر سکیں ابوعبیدہ یہ سُن کر حملہ کے لئے تیار ہو گئے مگر مثنٰی اور قیس بن ثابت وغیرہ نے جو کہ ایرانیوں کا پہلے بھی مقابلہ کر چکے تھے اُنھیں مشورہ دیا کہ دریا کو ہرگز ہرگز بھی پار نہ کیا جائے۔ ابوعبیدہ نے جواب دیا کہ بصورت دیگر مسلمانوں کی بزدلی متصور ہو گی"۔ آخرش کشتیوں کا پُل تیار کیا گیا۔ بہمن نے ہاتھی آگے بڑھا دئے جن سے خائف ہو کر مسلمانوں کے گھوڑے بدکنے لگے۔ ابوعبیدہ نے سواروں کو پیدل ہونے کا حکم دیا

بہمن نے پیادہ مسلمانوں پر اپنے رسالے سے حملہ کر دیا۔ سخت گھمسان کا معرکہ ہوا۔ ابو عبیدہ کو ایک ہاتھی نے کچل دیا۔ چار ہزار کے قریب مسلمان شہید ہوئے باقی تین ہزار کو لیکر مثنٰہ ہزیمت خوردہ واپس ہوئے

حضرت عمرؓ کو جب اس شکست کا علم ہوا تو آپ نے جریر بن عبداللہ کی معیت میں ایک لشکر روانہ کیا۔ دوسری طرف ایرانیوں نے ایک جرّار فوج مہران کی زیر قیادت روانہ کی۔ بویب کے قریب دونوں لشکروں کا مقابلہ ہوا۔ معمولی معرکوں کے بعد جنگ نے خطرناک صورت اختیار کر لی۔ آخرش ایک روز فیصلہ کُن لڑائی ہوا جس میں برادر مثنٰہ۔ مسعود بن حارث اور دو ہزار دیگر مسلمان شہید ہوگئے بیس ہزار ایرانی مارے گئے۔ اُن کا سپہ سالار مہران بھی قتل ہوا تمام ایرانی بھاگ گئے اور بیشمار مالِ غنیمت مسلمانوں کے ہاتھ آیا

(۲)

ملکہ ارزمیہ دُخت

بویب کی شکست نے ایران میں تہلکہ مچا دیا اور وہ اپنی کمزوری کے اسباب پر غور کرنے لگا۔ بڑے بڑے عمائد و ارکان سلطنت رؤسا و امرا جمع ہوئے مجلس مشاورت قایم ہوئی اور بہت غور و خوض کے بعد فیصلہ ہوا کہ سلطنت کی قوت کو مضبوط کرنا چاہئیے عظیم الشان

لشکر تیار ہو۔ اکناف و اطراف سے چیدہ چیدہ بہادر جمع کئے جائیں اور عنان حکومت مضبوط ہاتھوں میں دی جائے

اس وقت تخت ایران پر ملکہ ارزمیہ دخت متمکن تھی۔ یہ ملکہ نہایت شجاع و بہادر اور عقیل و فہیم تھی مگر ارکان سلطنت کی آپس کی رقابتوں اور عناد سے سخت نالاں! فرخ زاد حاکم خراسان نے جو کہ ایک طاقتور سردار تھا کئی مرتبہ اس سے درخواست شادی کی لیکن ملکہ نے ہر بار نہایت عقلمندی سے ٹال دیا۔ فرخ زاد نے کئی سرداروں کو اپنے ساتھ ملا کر ارزمیہ دخت پر زبردستی قبضہ کرنا چاہا اور اپنے چند ہمراز مصاحبوں کے ساتھ محل پر حملہ آور ہو کر ملکہ کے کمرۂ خاص تک پہنچ گیا لیکن دلیر ملکہ نے اوسان بحال رکھ کر اسی وقت خنجر سے اس کا خاتمہ کر دیا۔

فرخ زاد کا بیٹا رستم زاد باپ کے بعد تمام ایران میں شجاع خیال کیا جاتا تھا اس نے مجلس مشاورت میں ملکہ کی سب سے زیادہ مخالفت کی جس سے اس کا مقصد یہ تھا کہ کسی طرح اسے قتل کر کے اپنے باپ کے خون کا بدلہ لے جب مجلس نے یہ فیصلہ کیا کہ ارزمیہ دخت کو تخت سے علیحدہ کر کے کسی مرد کو شاہ ایران بنایا جائے تو رستم زاد نے ملکہ کے محل پر حملہ کر کے اسے گرفتار کرنا چاہا مگر رزمیہ دخت نے

نہایت شجاعت سے اُس کا مقابلہ کیا اور جب زخموں سے نڈھال ہو گئی تو
رستم زاد سے کہنے لگی "کہ میں نے تیرے باپ کو جو قتل کیا وہ اُس کے
افعالِ شنیعہ کی سزا تھی اور تو نے جو مجھے ذبح کیا یہ خونِ ناحق ہے
جو کہ خسرو پرویز رنگ لا کر رہے گا۔ رستم زاد! یاد رکھ میرے بعد
جو کوئی بھی ایران کے تخت پر بیٹھے گا اُسے تخت و تاج نصیب نہ ہوگا
بلکہ وہ ایران کی تباہی و بربادی کا سبب بنیگا عرب یہاں غلبہ پائیں گے
اور سلطنت ایران پاش پاش ہو گی۔ زردشت کا مذہب یہاں سے
حرفِ غلط کی طرح مٹ جائے گا۔ نہ صرف مجوسیت کا ہی خاتمہ
ہوگا بلکہ تو خود عربوں کے ہاتھوں سے مارا جائے گا"۔ رستم زاد نے
زیادہ سننے کی تاب نہ لا کر نہایت بے رحمی سے ملکہ کا خاتمہ کر دیا
اور پھر خسرو پرویز کے پوتے یزدجرد کو تختِ شاہی پر بٹھایا۔ یزدجرد
کے بادشاہ بنتے ہی تمام ایران میں تازگی کی ایک روح دوڑ گئی
اور عربوں کے خلاف اس قدر جوشِ نفرت بڑھا کہ ہزاروں کی
تعداد میں ایرانی جھنڈے کے نیچے جمع ہونے لگے۔ یزدجرد نے
رستم کو سپہ سالار مقرر کر کے عربوں کے مقابلے پر بھیج دیا۔ رستم نے
فوج کی کمان سنبھالتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ اُن تمام شہروں میں
جن کو مسلمانوں نے ایرانیوں سے فتح کیا تھا بغاوت کی آگ پھیلا دی

اور تمام رعایا کے نام احکام جاری کئے کہ عربوں کو اپنے شہروں سے نکال دے اور یزدجرد کی اطاعت قبول کرے۔ اسلامی مقبوضات میں آتش بغاوت مشتعل کرنے کے بعد رستم آگے بڑھا اور بیس ہزار لشکر اور جنگی ہاتھیوں کے رسالے کے ساتھ دریائے فرات پر خیمہ زن ہو گیا۔

(۳)

تیر ساز

حضرت عمر کو ایرانیوں کی تیاری اور بغاوت کی اطلاعات متواتر پہنچ رہی تھیں۔ لازمی تھا کہ اس طوفان کی روک تھام کا کچھ انتظام کیا جائے۔ آپ نے تیس ہزار مجاہدین کا لشکر تیار کیا اور بمشورہ حضرت علی و عباس، سعد بن ابی وقاص کو سالار لشکر مقرر کیا گیا

سعد بن ابی وقاص حضرت آمنہؓ کے بھتیجے تھے اور قریش مکہ میں تیر سازی، تیر گری اور تیر بازی کے باعث شہرت عام رکھتے تھے ان کے بنائے ہوئے تیر اہل مکہ کو از حد مرغوب تھے اور ان میں مشہور تھا کہ سعد کے ہاتھ کی سیدھی کی ہوئی لکڑی بھی دوسرے کے تیر سے بہتر ہے یہ اپنی نشانہ بازی میں اتنے قادر انداز تھے کہ اڑتے پرندوں کو شکار کرنا اک معمولی بات خیال کرتے

سعد نے جس وقت آنحضرت صلعم سے پیغام وحدانیت سنا

فوراً آپ پر ایمان لے آئے اور اس طرح اول المومنین کی صف اولین میں کھڑے ہونے کا شرف حاصل کیا۔ پہلے ایمان لانے والے صحابہ میں سعد کا ساتواں نمبر ہے۔ اسلام کی حفاظت کیلئے پہلا تیر بھی انھوں نے ہی چلایا تھا۔ جنگ احد میں مشہور تیر انداز مالک بن زہیر کا خاتمہ کرنے والے بھی یہی ناوک فگن تھے۔ نہ صرف یہی سعد مستجاب الدّعا بھی مشہور تھے۔ جنگِ احد میں جب اکثر صحابہ منتشر ہوگئے تو یہ حضرت ابوبکر، علی مرتضیٰ اور طلحہ کے ساتھ حضرت صلعم کے باڈی گارڈ بنے ہوئے تھے

حضرت عمر کا انھیں سپہ سالار مقرر کرنا ان ہی اوصاف کی وجہ سے تھا اور آخر کار یہ انتخابِ فاروقِ اعظم ایسا صحیح ثابت ہوا کہ سعد فاتح ایران کہلائے

سعد اسلامی لشکر کے ساتھ نہایت تیزی سے ایران کی طرف بڑھے۔ جہرہ کے قریب پہنچ کر ٹھیرے۔ اس جگہ مثنّیٰ کے بھائی معنیٰ نے انھیں مثنّیٰ کی وفات سے مطلع کیا اور کہا کہ مرحوم وصیّت کر گئے ہیں کہ اسلامی لشکر کے جو بھی سردار ہوں انھیں لازم ہے کہ دشمن کا مقابلہ ریگستانِ عرب کے کنارے پر کریں جہاں مسلمانوں کو کمک آسانی سے ملتی رہیگی اور بصورتِ شکست دشمن تعاقب نہیں کرسکے گا سعد اس وصیّت پر عمل کرتے ہوئے "قادسیہ" میں مقیم ہوگئے

کیونکہ یہاں خورنق کا قلعہ تھا جسے ہیڈ کوارٹر قرار دیا اور لشکر کو ایسے
مقام پر رکھا جہاں ایک طرف خندق تھی اور دوسری طرف نہر

(۴۸)

مٹی کی ٹوکری

حضرت عمر نے سعد بن وقاص کو ہدایت فرمائی تھی کہ جنگ شروع
ہونے سے پیشتر شاہ ایران کے پاس سفرا روانہ کرنا اور دعوت اسلام
بھی دینا اگر یزدجرد دعوت اسلام قبول نہ کرے تو بعد اتمام حجت
جنگ شروع کی جائے۔ سعد نے اس ارشاد کے مطابق چند سفیر
شاہ کے پاس روانہ کیے۔ یہ اپنے سادہ لباسوں میں دربار کسریٰ میں
پہنچے جو کہ نہایت تکلف سے سجا ہوا تھا کسریٰ کے درباری سفارت
عرب کو گدایانہ لباس میں دیکھ کر مسکرائے

آخر کار سلسلہ گفتگو شروع ہوا۔ یزدجرد نے کہا "تمہارے
عزائم کیا اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ ایران جیسی عظیم الشان سلطنت کے
مقابلے پر آئے ہو۔ تم جو کھاری پانی پیا کرتے ہو اور ایران میں محض
تجارت کے لئے آئے تھے کیا اب یہاں کی شادابی نے تمہیں
اس قدر حریص بنا دیا ہے۔ تم آج تک آپس میں کٹ کر مرتے
رہے۔ اب کیا لوٹ مار کی بھی ہوس ہوئی ہے۔ تم سرحد ایران پر

کافی شورش پیدا کر چکے۔ اب فوراً اپنے ملک کو واپس چلے جاؤ ورنہ دولت ایران تمھیں فنا کر کے رکھ دیگی۔"

بادشاہ کے کلام ختم کرنے پر مغیرہ بن ضرارہ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے "اے تاجدار ایران! اس میں شک نہیں کہ ہم آپس میں لڑا کرتے تھے۔ بتوں کی پرستش بھی مسلّمہ ہے اور تو ہمات میں گرفتاری عیاں۔ شراب، قمار بازی، غارت گری ہماری عادت تھی اور وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے لیکن خدائے بزرگ نے ہم میں اپنا رسول بھیجا جس کی تعلیم نے ہماری کایا پلٹ دی ہم نے بت پرستی چھوڑ کر توحید اختیار کی پشتینی عداوت کے برعکس بھائی بھائی بن گئے اور دین حنیفہ اختیار کیا۔ وہی دین اب تمھارے سامنے پیش کرتے ہیں اگر اس مقدس مذہب کو قبول کرو تو فلاح دارین پاؤ گے۔ ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا اور جس قوت، دولت و سلطنت پر غرور کرتے ہو وہ سب برباد ہو جائیگی"

یہ جواب سن کر یزدجرد آگ بگولا ہو گیا اور کہنے لگا کہ "اے وحشی قوم کے ذلیلو! حوصلہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ اس بیباکی سے شاہ ایران کے سامنے گفتگو کرتے ہو اگر تم بحیثیت سفیر کے نہ آتے تو کوئی بھی تم میں سے زندہ واپس نہیں جا سکتا تھا۔ تم سلطنت ایران کیا پاش پاش کرو گے اس لائق بھی تو نہیں

ہو کہ کوئی تم سے مٹی کی ٹوکری اُٹھوائے"

پھر ایک مٹی کی ٹوکری منگوائی اور کہا کہ "اے مزدورو! اسے اُٹھا کر باہر نکل جاؤ" ۔ مغیرہ نے بسم اللہ کہہ کر ٹوکری اُٹھائی اور کہا کہ "اے یزدجرد! تو نے سرزمین ایران اپنے ہاتھ سے ہمارے سپرد کردی ۔ یہاں کی مٹی ہمیں مل گئی اور میں اسے فال نیک سمجھ کر خود اُٹھا کر اپنے سردار کے پاس لیجاتا ہوں اور اُسے فتح ایران کی مبارکباد دیتا ہوں" مغیرہ نے اپنے کیمپ میں پہنچ کر سعد کو فتح ایران کی مبارکباد دی اور گفتگو کا ماحصل سنا کر کہا کہ "اے سردار! یزدجرد نے اپنے ہاتھ سے سرزمین ایران ہمیں دیدی ۔ اب ارشاد نبوی کے مطابق ایران انشاءاللہ جلد فتح ہوگا"

یزدجرد نے اب رستم کو حکم بھیجا کہ فوراً جنگ شروع کی جائے لیکن رستم آگے بڑھنے کی جرأت نہ کرسکا تو یزدجرد نے اُسکی مدد کیلئے نامی جرنیل فروزان بہمن اور ہرمزان مع مزید لشکر کے روانہ کئے ۔ اس کمک کے پہنچنے پر رستم نے دریائے فرات کو عبور کر کے ماہ رمضان ۱۴ھ میں اسلامی لشکر پر حملہ کردیا اور اپنے ہاتھیوں کے جنگی رسالے کو آگے بڑھایا ۔ عربی گھوڑے ہاتھیوں سے خائف ہو کر بدکے تو سوار پیادہ ہوگئے لیکن چار سو مجاہدین ہاتھیوں کے نیچے آکر کچلے گئے یہ دیکھ کر سعد کی آنکھوں میں خون اُتر آیا ۔ وہ کہنے لگے کہ اگر اب کچھ نہ ہوسکا تو یہ تیر افگنی آخر کب کام آئے گی ۔ افسوس کہ غفلت سے چار سو

مجاہدین مقتول ہو گئے"۔ اور بپھرے ہوئے شیر کی طرح اپنے تیر اندازوں
کو لے کر آگے ہوئے اور تیر برسانے شروع کر دئیے پھر تلواروں سے ہاتھیوں
کے تنگ کاٹ کر اُن کا رُخ ایرانی فوج کی طرف بدل دیا۔ ہاتھی اپنی ہی
فوج کو روندتے ہوئے دریائے فرات تک چلے گئے۔ اب دست بدست
لڑائی شروع ہوئی جو کہ شام تک جاری رہی۔ دو ہزار عرب اور
گیارہ ہزار ایرانی قتل ہوئے۔ عربوں نے اس دن کا نام "یوم الارماث"
رکھا۔ دوسرے روز ایرانی میدان میں ہاتھی نہ لا سکے اور عربوں کی امداد
کے لئے زیر قیادت ہاشم بن عتبہ تازہ دم فوج آگئی۔ جس کا ہراول
قعقاع کی زیر کمان میدان میں پہنچ گیا۔ رات تک لڑائی جاری رہی
اور بہمن قعقاع کے ہاتھ سے مارا گیا۔ عربوں نے اس دن کو
"یوم الاغواث" کا خطاب دیا۔

(۶)

شرابی

عرب کے آزاد۔ بے باک اور بے دین لوگ پشتہا پشت سے
شراب کے عادی چلے آتے تھے اور قمار بازی تو گویا اُن کی گھٹی میں پڑی تھی
قبیلے کے قبیلے۔ چھوٹے بڑے۔ مرد عورت۔ بچے بوڑھے روزانہ ایک
جگہ جمع ہو کر شراب پیتے اور بیہودہ حرکات کرتے۔ شراب اُنکی زندگی کا

جزو لاینفک تھی اور اسی وجہ سے اُنکی قوم نہایت پست حالت میں تھی
آنحضرت صلعم کی پاکیزہ تعلیم نے جہاں ڈاکہ زنی، قتل و غارت
دُختر کُشی گشت و خون اور قمار بازی کا انسداد کیا وہاں شراب کی لت
سے بھی نجات دلائی۔ شراب کے متعلق دو آیتوں نے وہ سحر کاری کی
کہ عربوں سے صدیوں کی لت چھڑا دی۔ انما یرید الشیطان ان
یوقع بینکم العداوۃ والبغضاء فی الخمر والمیسر کے نزول کے
ساتھ ہی عربوں کی کایا پلٹ گئی جس روز اس آیت کا نزول ہوا اہل
مدینہ نے جو کہ ایمان لا چکے تھے۔ شراب کشی کے آلات اور مٹکے توڑ دئے
یثرب کے گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہہ نکلی اور دنیا کو
تزکیۂ نفس کا ایک نیا سبق مل گیا۔

مگر شاعروں کی دنیا نرالی ہے وہاں نہ حرام و حلال کی تمیز ہے
اور نہ فکرِ فردا کا تصوّر۔ ابو محجن عرب کے مشہور شاعر جس طرح بہادری
میں شہرہ آفاق تھے اسی طرح شعر و شاعری میں بھی یکتا تھے۔ زبردست
مجاہد۔ معرکہ حرب میں اکیلے ہزاروں پر بھاری مگر شراب خوری کے از حد
عادی تھے۔ زمانہ جاہلیت کی یہ عادت ابھی اُن میں باقی تھی۔ جنگ
قسادیہ کے دوسرے روز معرکہ میں پوری طرح حصّہ لینے کے بعد رات
کو شراب کا دور شروع کر دیا اور بدمست ہو کر شراب کی تعریف میں

اشعار کہنے لگے۔ اتفاقیہ سعد گھومتے گھامتے ابو محجن کے خیمے کے نزدیک جا نکلے اور انھیں مخمور دیکھ کر کہنے لگے "اے مجاہد اسلام! تم نے اپنے ثواب جہاد کو شراب کیلئے قربان کر دیا۔ تمھاری تمام نیکیاں ضائع ہو گئیں چونکہ میں نے تمھیں حالتِ نشہ میں دیکھا ہے اس لئے لازم ہے کہ تم پر "حدِ شراب" جاری کی جائے"۔ ابو محجن پشیمان ہو کر بولے "سردار لشکر! بیشک خطا ہوئی۔ قابلِ سزا! لیکن میں مذہب کے احکام سے باہر نہیں ہوں آپ کو ہر طرح کا اختیار ہے"

سعد نے انھیں گرفتار کر کے بیڑیاں پہنا دیں اور اپنی بیوی سلمیٰ کے حوالہ کر دیا تاکہ محبوس کرا دیں۔

(۷)

توبۃ النصوح

سلمیٰ، سعد کی رفیق حیات، اپنے خاوند کی طرح تیر اندازی اور نیزہ بازی میں فقید المثال سمجھی جاتی تھیں۔ معرکۂ قادسیہ میں اسلامی لشکر کے ساتھ ساڑھے تین ہزار کے قریب مسلم خواتین تھیں جو کہ سلمیٰ کی ماتحتی میں نرسنگ اور زخمیوں کو میدان سے لانے کا کام کرتی تھیں اور وقتِ ضرورت جنگ بھی۔ سلمیٰ نے ابو محجن پر خواتین کا پہرہ مقرر کر دیا۔

قادسیہ کی جنگ کا تیسرا روز شروع ہوا اور صبح ہی سے گھمسان کی لڑائی ہونے لگی۔ ایرانیوں نے ہاتھی اور آہن پوش جوان آگے بڑھائے۔ عربوں نے اس روز کو "یوم العماس" کے نام سے یاد کیا جنگ شدت سے جاری تھی اور مسلمانوں کی صفیں پیچھے ہٹتی جا رہی تھیں بظاہر ایرانی غالب نظر آتے تھے۔ سعد بھی اتفاق سے مرض شدید میں مبتلا ہو گئے اس لئے مسلمان اسپہ سالار کی غیر موجودگی کی وجہ سے سخت ہراساں تھے۔

ابو محجن قید خانہ سے یہ حال دیکھ رہے تھے۔ بار بار میدان جنگ میں جوہر دکھانے کے ارادے سے اٹھتے لیکن ضبط کر کے خاموش ہو جاتے۔ شعر کہہ کر حسرتناک انداز میں مسلم سرفروشوں سے اپنا مقابلہ کر رہے تھے آخر خود پر قابو نہ پا سکے تو پہرہ دار خواتین سے کہا کہ سلمیٰ کو بلاؤ! جب وہ آئیں تو کہنے لگے "سلمیٰ! میں خدا اور رسول کا واسطہ دے کر درخواست کرتا ہوں کہ مجھے شام تک کیلئے آزاد کردو۔ میں یہ نہیں دیکھ سکتا کہ ایرانی اس طرح مسلمانوں کو مغلوب کریں۔ شام کو میدان سے واپس ہوتے ہی خود بیڑیاں پہن لونگا"

سلمیٰ نے جواب دیا "خدا تمھارے عزائم میں برکت دے ہتھیار سنبھالو اور راہِ حق میں جہاد کرو"

ابو محجن صدہا ولولے لئے میدانِ کارزار میں پہنچے اور نہایت ہمت و دلیری کے ساتھ آہنی پوشوں پر حملہ آور ہوئے اور انھیں نیزے مار مار کر گرانا شروع کیا شام تک جنگ جاری رہی۔ ابو محجن نے کئی ایرانی سرداروں کو قتل کر دیا اور ہر مرتبہ ایک نئے جوش سے آگے بڑھتے گئے

سعد نہایت حیرت سے دیکھ رہے تھے اور متعجب تھے کہ ابو محجن قیدخانہ سے کیونکر نکل آئے۔ لڑائی بند ہونے پر ابو محجن قیدخانہ پہنچ گئے اور اپنے ہاتھ سے بیڑیاں پہن لیں۔ سعد بھی وہیں پہنچے اور سلمیٰ سے قیدی کا حال پوچھا انھوں نے بے کم و کاست تمام حقیقت بیان کر دی۔ سعد نے جوش عقیدت سے ابو محجن کو گلے سے لگا کر کہا " ایسے بہادر کو قید میں نہیں رکھا جا سکتا" اور اپنے ہاتھ سے آزاد کر دیا۔ اس حسن سلوک کا ابو محجن پر بیحد اثر ہوا انھوں نے آیندہ کو شراب چھونے کی بھی قسم کھالی اور توبۃ النصوح کرکے ہتھیار سنبھالے۔ ایرانیوں پر شبخون مارا اور تمام رات لڑتے رہے یہ رات "لیلۃ الہدیہ" کے نام سے موسوم ہوئی۔ صبح کو جنگ عام ہوئی۔ اسی اثنا میں ہوا کا طوفان شروع ہو گیا جس سے رستم کا خیمہ اڑ گیا۔ ابو محجن نے اسے پہچان کر پیچھا کیا۔ رستم دریا کی طرف بھاگا اور وہیں قتل ہوا آخر کار ایرانی لشکر بھی بھاگ نکلا اس خونچکاں جنگ میں تیرہ ہزار مسلمان شہید ہوئے اور ایک لاکھ سے زائد ایرانی کام آئے انکی سلطنت کی کمر ٹوٹ گئی اور کچھ عرصہ کے بعد مسلمان تمام ایران پر مسلط ہو گئے

قرونِ اولیٰ کی عید

عید الفطر کی مبارک رات ہے۔ کائنات کے ذرّے ذرّے پر ایک دلکش رنگینی چھا رہی ہے گویا کہ ایک چشمۂ مسرّت ہے جو دمشق کے گلی کوچوں سے پھوٹ نکلا ہے اور ہر گھر اُس کی کیف آفرینی سے سیراب ہوتا ہوا گہوارۂ عشرت میں جھول رہا ہے

اس عالمِ انبساط میں امیر المومنین عمر ابن العزیز کا ننھا سا بچہ مکان میں داخل ہوتا ہے لیکن اس حالت میں کہ معصوم سا چہرہ تمتما رہا ہے اور آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہیں

شفیق ماں جو ابھی ابھی دنیائے اسلام کے لئے دعائے خیر مانگ کر اٹھی ہے یہ دیکھ کر گھبرا جاتی ہے اور آگے بڑھ کر اپنے لال کو آغوشِ شفقت میں لے کر کہتی ہے "میرے لال! آج تو عید کی مقدّس رات ہے جو مسلمانوں کے لئے برکتوں اور رحمتوں کا پیغام لے کر آئی ہے۔ اس رات اچھے اور نیک بچے تو دعائیں مانگا کرتے ہیں۔ لیکن تم روتے ہو کیا کسی شریر لڑکے نے مارا ہے؟"

بچّہ ننھے ننھے ہاتھوں سے آنسو پونچھ کر نفی میں جواب دیتا ہے
"تو پھر میرے چاند! تمھارے رونے کا اور کیا سبب ہے؟"
(محبت آمیز خفگی سے) "دیکھو، سال بھر میں صرف ایک مرتبہ عید الفطر کا
متبرک دن آتا ہے لیکن تم اس کا استقبال اس طرح کر رہے ہو۔ لو اب
خاموش ہو جاؤ۔ امیر المومنین ابھی ابھی آتے ہیں۔ ان سے عرض
کروں گی کہ کل تمھیں بھی اپنے ہمراہ عیدگاہ لے کر جائیں"
بچّہ یہ سُن کر اور بھی ہچکیاں لے لے کر رونے لگتا ہے اور کہتا
ہے: "امّی جان، میں تو ہرگز عیدگاہ نہیں جاؤں گا۔ اسی لئے تو میں رو رہا
ہوں کہ وہاں سب لڑکے نئے نئے لباس پہن کر آئیں گے اور تم بھی
اب پارسال کی طرح یہی کپڑے دُھلوا دیں گی۔ سب لڑکے چھیڑیں گے
کہ امیر المومنین کے بچّے پرانے کپڑے پہن کر آئے ہیں تو تمھیں
بھی شرم آئے گی"
اب بچّہ ضبط نہ کر سکا۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگتا ہے
شفیق ماں کی آنکھوں میں بھی اپنے بچّے کے دلی جذبات کا اندازہ
لگا کر آنسو آجاتے ہیں۔ وہ اپنے لختِ جگر کو سینے سے لگا لیتی ہے
اور پیار سے کہتی ہے
"میرے بچّے تم بالکل فکر نہ کرو۔ امیر المومنین آجائیں تو اُن سے

کہہ کر تمھارے بھی اچھے اچھے کپڑے ابھی تیار کروا دیتی ہوں"
یہ سُن کر بچے کے مایوس چہرہ پر مسکراہٹ کی ایک لہر
دوڑ جاتی ہے وہ ماں کی طرف احسانمندانہ نگاہوں سے دیکھتا ہے اور
اپنے دوستوں کو یہ خوشخبری سُنانے باہر بھاگ جاتا ہے

امیر المومنین حرم سرا میں ایک بوسیدہ سی چٹائی پہ
فروکش ہیں اور آنیوالی صبح جو قوم کے لئے مسرتیں لانیوالی ہے
اُس کے تصوّر سے مطمئن ہیں کہ بیوی ننھے بچے کی طفلانہ ضد اور رنجیدگی
کا ذکر ایک دردناک پیرایہ میں کرتی ہے اور کچھ درہموں کے لئے
درخواست کرتی ہے تاکہ معصوم بچوں کی خواہش پوری ہو جائے
"یا فاطمہ"! امیر المومنین جواب دیتے ہیں "تمھیں اچھی
طرح معلوم ہے کہ میں خلیفۂ وقت ہونے کے باوجود صرف دو درہم
روزانہ پر قوم کا خادم ہوں۔ اس قلیل رقم میں تم جیسے گزارہ کرتی
ہو اس کا اندازہ بھی تمھیں خوب ہے۔ رہا بیت المال سو وہ تو قوم کی ملکیت
ہے میں تو ایک امین سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتا۔ بس تم ہی بتاؤ
کہ کپڑوں کے لئے درہم کہاں سے آئیں"؟
"امیر المومنین! سچ ہے لیکن معصوم بچے نا اُمید ہو جائینگے

ان کے ننھے ننھے دل ٹوٹ جائیں گے۔ میں بھی ان سے وعدہ کرکے اب شرمندہ نہیں ہونا چاہتی۔ خدا کے لئے میری اس پہلی اور آخری خواہش کو ضرور پورا کریں"۔

امیر المومنین کچھ دیر توقف فرماتے ہیں پھر ایک رقعہ لکھ کر غلام کے ہاتھ مہتمم بیت المال کے پاس بھیجتے ہیں کہ اگر ممکن ہو تو ہمارا حق خلافت ایک ماہ کا پیشگی روانہ کردو۔ غلام جواب میں درہموں کے بجائے رقعہ ہی لاتا ہے جس پر مہتمم کی طرف سے تحریر ہے کہ امیر المومنین کو یہ یقین کیونکر ہے کہ وہ ایک ماہ تک زندہ رہ کر قوم کی خدمت اسی طرح کریں گے۔ اگر نہیں تو غریبوں کے مال کا حق کیوں پیشگی وصول کرکے درگاہِ خداوندی میں جواب دہ ہونا چاہتے ہیں"۔

امیر المومنین غور اور سنجیدگی سے جواب ملاحظہ فرماتے ہیں اور جب رقعہ پر سے نظریں اٹھاتے ہیں تو آنکھیں آنسوؤں سے تر ہوتی ہیں جو نہ معلوم خدا سے اس لغزش کی معافی کی طلبگار ہیں یا مہتمم کے اظہارِ تشکر کے لئے اور بے اختیار آپ کی زبان سے نکلتا ہے

"بخدا مہتمم نے مجھے ہلاکت سے بچا لیا۔ خدا اسے جزائے خیر دے اور دوزخ کی آگ سے محفوظ رکھے۔

صبح عید اہل دمشق کیلئے شرف صدور لائی ہے نسیم سحر کے جھونکے اور بلبل خوشنوا کے حیات بخش گیت پُر از کیف و نشاط ہیں بشاش و مسرور درحیں سیکڑوں کی تعداد میں جوق در جوق سجادہ دوگانہ ادا کرنے عیدگاہ جارہی ہیں اور ہر فرد مکلف و بہترین لباس میں ملبوس ہے۔

امیر المومنین خلیفۃ المسلمین بھی اپنے بچوں کی معیت میں عیدگاہ تشریف لے جارہے ہیں۔ اُن کے بچے وہی پُرانے کپڑے پہنے ہوئے ہیں لیکن اس کے باوجود وہ ان بچوں سے جو رنگ برنگ کے کپڑے پہنے شوخ تتلیوں کی طرح اِدھر اُدھر اتراتے پھر رہے ہیں زیادہ مسرور ہیں اور ان کے چہرے فرط مسرت سے گلنار ہورہے ہیں کیونکہ ان کے ابوجان نے رات انھیں بتایا تھا کہ

"جو بچے صابر ہوتے ہیں اور پُرانے کپڑے بغیر کسی
"اصرار کے پہن لیتے ہیں انھیں فردوس میں اقدمیاں"
"ریشم و حریر کے زریں ملبوس عطا فرمائیں گے۔"

بہن کی جیت

قُمْ فَاَنْذِرْ

یَا اَیُّھَا الْمُدَّثِّرْ قُمْ فَاَنْذِرْ (اے لباسِ نبوت اوڑھنے والے اٹھ اور لوگوں کو ڈرا!) قُمْ فَاَنْذِرْ کا ذاتِ باری سے ارشاد ہونا تھا کہ مُدَّثِّرْ حکمِ ربانی کی متابعت کرتا ہوا "غارِ حرا" سے نکلا اور "فاران" کی چوٹی سے پیغامِ حق دنیا تک پہنچانے کا تہیہ کر لیا

سب سے پہلے خدیجۃ الکبریٰؓ بشیر و نذیر کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے توحید و رسالت کا اقرار کرتی ہیں اس کے تھوڑے ہی عرصہ بعد حضرت ابوبکر صدیقؓ۔ زید بن حارثؓ اور حضرت علیؓ دین حنیفہ قبول کرتے ہیں۔ ان کے اسلام لانے کی خبر کے شہرت پذیر ہونے پر عثمان بن عفان۔ سعد بن وقاص۔ طلحہ۔ بلال۔ عمار۔ رقم۔ عبدالرحمن بن عوف اور خباب رضی اللہ عنہم اجمعین یکے بعد دیگرے کلمہ توحید پڑھتے ہیں اور اسلام کی رَو روز بروز بڑھتی چلی جاتی ہے

بعثت کا چوتھا سال شروع ہوتا ہے مسلمانوں کی بڑھتی

ہوئی تعداد قریشِ مکہ کو چکنا چور کر دیتی ہے اور وہ مسلمانوں کی بڑھتی ہوئی رفتار کو اپنے آبائی مذہب کے لئے خطرۂ عظیم تصور کرتے ہوئے اسلام کی بیخکنی اور بانیٔ اسلام کی ایذا رسانی کے درپے ہو جاتے ہیں ابی لہب۔ ابوجہل اور ابوسفیان پیش از پیش ہیں تینوں بانیٔ اسلام کے خلاف زہر اگلتے ہیں۔ انھیں "ساحر و مجنون" قرار دیتے ہیں اور اسلام کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کے لئے کمربستہ ہو کر مسلمانوں کو طرح طرح کی تکلیف دینی شروع کر دیتے ہیں لیکن جب اس طرح بھی کچھ کامیابی نہیں ہوتی تو منظم سازش کی بنیاد ڈالی جاتی ہے اور خانۂ کعبہ میں "مجلسِ مشاورت" منعقد ہوتی ہے۔

خانۂ کعبہ میں مجلسِ مشاورت

ابوجہل کی زیرِ صدارت خانۂ کعبہ میں اہلِ مکہ کی مجلسِ مشاورت ہوتی ہے اور ابوجہل ایک پرجوش تقریر کر کے اہلِ مکہ کو محمد صلعم کے خلاف ابھارتا ہے۔ ابھی تقریر ختم نہیں ہوتی کہ حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ جلسہ گاہ میں پہنچتے ہیں اور اپنے بھائی ابوجہل کو مخاطب کر کے کہتے ہیں "عمر (ابوجہل کا اصل نام) میں ابھی ابھی شکار سے واپس آیا ہوں شکاری لباس و اسلحہ تک میرے جسم پر ہے۔ میں نے اپنی لونڈی سے سنا کہ تم نے میرے یتیم بھتیجے محمد (صلعم) کے ساتھ سخت نازیبا سلوک کیا"

اور اب اُس کے خلاف جلسہ کرنے کیلئے خانۂ کعبہ میں جمع ہوئے ہو۔ محمدؐ جیسا میرا بھتیجا ہے ویسا ہی تمھارا۔ کیا وہ ہمارے مرحوم بھائی کا بیٹا نہیں۔ کیا میرا اور تمھارا فرض نہیں کہ اُس کی امداد کریں یا اگر امداد نہیں کرسکتے تو کم از کم اُسے اُس کے حال پر چھوڑ دیں سنو! اگر تم اُس کی مخالفت پر تیار ہو تو میں اُس کی موافقت پر آمادہ ہوں کسکی طاقت ہے کہ میرے یتیم و اسیر بھتیجے کو ترچھی نظر سے دیکھے میں اس بھری مجلس میں اپنے اسلام قبول کرنے کا اعلان کرتا ہوں اور ابھی جا کر محمدؐ کے مذہب پر ایمان لاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر حضرت حمزہؓ مجلس کفار سے چلے جاتے ہیں مجلس میں سناٹا چھا جاتا ہے۔ حاضرین جلسہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگتے ہیں کہ یہ حمزہؓ اور ابوجہل کا جھگڑا ہے ایک بھتیجے کا دوست دوسرا جانی دشمن ہم کو ابوجہل کی موافقت اور حمزہؓ کی مخالفت سے کیا کام؟ آلِ ہاشم کل ایک ہو جائیں گے۔ ہمیں تو اس جھگڑے سے الگ رہنا چاہیئے"

ابوجہل جلسہ کا یہ رنگ دیکھ کر کھڑا ہوتا ہے اور پھر تقریر شروع کرتا ہے کہ "اے قریش دلیر و اہلِ مکہ! تمھاری غیرت و حمیت کو کیا ہوا کیا تم یہ گوارا کرسکتے ہو کہ کوئی شخص خواہ وہ ابوجہل یا اُس کا بھتیجا ہی کیوں نہ ہو آبائی مذہب سے نہ صرف بغاوت ہی کرے بلکہ اُسے بُرا سمجھے اور اُن

بتوں کی جو ہمارے بزرگوں نے بنا رکھے ہیں، بے حرمتی کرے۔ اے قریش و اہلِ مکہ! جب میں محمد (صلعم) اپنے بھتیجے کو جو ایک نئے مذہب مصیبت کبریٰ اور خطرۂ عظیم تصور کرتا ہوں تو پھر تم کیوں نہیں میرا ساتھ دیتے اگر تم نے آج اس فتنہ کا سد باب نہ کیا تو یاد رکھنا کہ اہل مکہ اپنے آبائی دین سے منحرف ہو جائیں گے۔ آؤ! میرے ساتھ ہو جاؤ اور اس ساحر سے بچو"

جلسہ برخاست ہوتا ہے کفار مکہ لات منات عزیٰ اور نائلہ کی قسم کھا کر عہد کرتے ہیں کہ ہم محمدؐ کے نئے دین کو ابھرنے نہ دینگے اور اسلام و بانیٔ اسلام پر عرصۂ حیات تنگ کردیں گے۔

بیت ارقم

کوہ صفا کے نیچے "ارقمؓ" کا مکان ہے یہ مکان نہایت سادہ اور مختصر سا ہے جس روز سے ارقمؓ مشرف بہ اسلام ہوئے ہیں انھوں نے اپنا مکان بانیٔ اسلام کے سپرد کردیا ہے۔ اسی مکان میں مسلمانوں کی مجلس مشاورت ہوتی ہے۔ اسی جگہ نماز پڑھتے ہیں اور یہیں درس قرآن ہوتا ہے۔ غرضکہ "بیت ارقم" مسلمانوں کی آماجگاہ ہے اور مکہ کا ہر شخص اس امر سے واقف ہے کہ محمد صلعم اپنے صحابہ اور مسلمانوں کے ساتھ بیتِ ارقم میں رہتے ہیں

حضرت حمزہؓ کفار کے جلسے سے سیدھے بیت ارقم کا راستہ لیتے ہیں اور وہاں پہنچ کر ابوجہل کی مجلس مشاورت کا ذکر کرکے اپنے اپنے مسلم ہونے اور ایمان لانے کی خوشخبری سناتے ہیں

اس مژدہ روح افزا سے مسلمانوں کے حوصلے بڑھ جاتے ہیں اور حضرت حمزہؓ کا ایمان لانا اُن کی تقویت کا باعث ہوتا ہے حضرت حمزہؓ اپنے بھتیجے محمد صلعم کو سینہ سے لگا کر کہتے ہیں" میرے پیارے بھتیجے! گھبراؤ نہیں۔ ابوجہل تمھارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ میری تلوار تمھاری امداد کے لئے ہر وقت برہنہ رہیگی اور میں تم پر اپنی جان نثار کرنے کو ہر وقت تیار ہوں"

یہ سنکر سردار کونین اپنے چچا سے کہتے ہیں کہ اللہ ہم سب کا محافظ ہے اور وہی ہم سب کو سیدھا راستہ دکھاتا ہے لیکن پھر بھی میں اپنے معبود سے دعا مانگتا ہوں کہ وہ میرے مخالفوں کو بصیرت عطا فرمائے"
یہ کہہ کر رسالت مآب اپنے دو بڑے دشمنوں یعنی عمر بن ہشام (ابوجہل) اور عمر ابن خطاب کیلئے دعا فرماتے ہیں کہ اے رب العالمین! ہر دو عمروں کو دولت ایمان سے مالامال کردے یا دونوں میں سے کسی ایک کو ایمان لانے کی توفیق عطا فرما تاکہ وہ دین اسلام اور مسلمانوں کے لئے برکت و قوت کا باعث ہو"

حنفی

مکہ میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جنہیں بت پرستی سے نفرت تھی وہ اہل مکہ کے بتوں کو بہ نظر استحقار دیکھتے تھے اور بت پرستی کو مذموم سمجھتے تھے مگر صنم پرستی کی کھلم کھلا مخالفت نہیں کر سکتے تھے۔ وحدانیت کے قائل تھے مگر اعلانِ توحید سے ڈرتے تھے نہ بت پرستی کے خلاف آواز اٹھانے کی طاقت تھی اور نہ تبلیغ وحدانیت کی ہمت۔ اس قسم کے خیالات رکھنے والے لوگوں کو اہلِ مکہ "حنیفی" کہتے تھے اور "احناف" خود بھی اس نام کو پسند کرتے تھے کیونکہ ان کا خیال تھا کہ ملتِ ابراہیمؑ بھی دینِ حنفی ہی تھی اور وہ اپنے طریق پر دینِ حنیفہ کا اتباع کرتے تھے

قبیلہ عدی کے ایک شخص زید نامی جو حضرت عمر ابن خطابؓ کے چچا زاد بھائی تھے پکے "حنفی" تھے۔ وہ "بعثت" سے بہت پہلے بت پرستی ترک کر چکے تھے اور زید کے گھر میں اکثر "توحید" کا چرچا رہتا تھا بعثت کے بعد زید کے فرزند "سعید بن زید" اور ان کی بیوی "فاطمہ بنت خطاب" جو حضرت عمرؓ کی حقیقی ہمشیرہ تھیں دونوں مسلمان ہو گئے اور خفیہ طور پر اسلامی تعلیم حاصل کرنے لگے۔

اس وقت حضرت عمرؓ کو مکہ کے نوجوانوں میں ایک امتیازی درجہ حاصل تھا چھبیس سال کی عمر۔ لمبا قد۔ مضبوط و توانا جسم۔ قوی ہیکل

پہلوانی۔ سپہ سالاری۔ فنونِ جنگ میں مشاق۔ زور و قوت۔ تہوّر و شجاعت میں لاثانی۔ ساتھ ہی طبیعت میں خشونت و سخت گیری تھی
یہ ابھی تک ایمان نہیں لائے تھے بلکہ ابوجہل کی قوت بازو بن کر اسلام کی بیخکنی کے درپے تھے۔ ان کے خوف سے سعیدؓ فاطمہؓ خفیہ طور پر خبابؓ سے درس قرآن حاصل کرتے تھے۔ خبابؓ سعیدؓ کے مکان پر آکر دونوں میاں بیوی کو قرآن سکھاتے تھے اور ساتھ ہی اُنکو دلاسا دیتے تھے کہ گھبراؤ نہیں۔ رسول اللہ نے ہر دو عمروں یعنی اپنے چچا ابوجہل اور تمھارے بھائی کے حق میں اسلام قبول کرنے کی دُعا مانگی ہے۔ اگر دونوں عمر نہیں تو ایک یعنی عمرؓ بن خطاب ضرور ایمان لائے گا کیونکہ باوجود سخت مزاج ہونے کے وہ تعلیم یافتہ اور سمجھ دار شخص ہے اور کوئی سمجھدار انسان کفار کے مذہب پر نہیں رہ سکتا کرشمۂ قدرت دیکھو! پردۂ غیب سے کیا ظہور پزیر ہونے والا ہے۔ عمرؓ جو آج سخت دشمنِ اسلام ہے کل سب سے زیادہ محبِّ اسلام ہوگا۔

صابی کون ہے

انھیں ایّام میں ایک روز عمرؓ ابن خطّاب کیا دیکھتے ہیں کہ ان کی لونڈی توحید کی قائل ہو کر نیا مذہب اختیار کر چکی ہے اور کلمۂ شہادت پڑھتی ہے۔ آپ سخت برہم ہوتے ہیں اور لونڈی کو

زدوکوب کرنے کے بعد تلوار ہاتھ میں لے کر کہتے ہیں کہ "اے کنیز! میں تیرے خون سے ہاتھ بھرنا نہیں چاہتا لیکن آج اس شمشیر سے اس ساحر کا خاتمہ کرتا ہوں جس نے مکّہ میں اک فتنہ پیدا کر دیا ہے اور تم لوگوں پر سحر کر کے آبائی مذہب سے ورغلاتا ہے۔

یہ کہہ کر شمشیر بکف آمادہ بقتل رسول صلعم گھر سے نکلتے ہیں۔ راستہ میں نعیم بن عبد اللہؓ سے ملاقات ہوتی ہے نعیمؓ حضرت عمرؓ کے بگڑے ہوئے تیور دیکھ کر کہتے ہیں "عمرؓ! تم جوش و غصّہ میں بھرے ہوئے برہنہ تلوار ہاتھ میں لئے کہاں جا رہے ہو؟ آج تم پر سخت وحشت و جنون طاری ہے۔ کس سے شمشیر زنی کرو گے؟" عمر ابن خطاب کے دل پر چوٹ سی لگتی ہے اور وہ کہتے ہیں "نعیم! یہ مذاق کا موقع نہیں۔ کیا تم نہیں جانتے کہ محمد (صلعم) ہاشمی نے مکّہ میں اک سخت فتنہ بپا کر رکھا ہے۔ وہ لوگوں پر سحر کر کے ان کو آبائی مذہب سے برخلاف کر دیتا ہے۔ نادیدہ معبود کی پرستش کرتا ہے اور ہمارے بتوں کو بُرا بھلا کہتا ہے۔ میری لونڈی پر جادو کر کے اسے بھی اپنے نئے مذہب میں شامل کر لیا ہے۔ اس کو سزا دے کر اس ارادے سے گھر سے نکلا ہوں کہ اس تلوار سے محمد (صلعم) کا خاتمہ کر دوں تاکہ یہ فتنہ ہمیشہ کے لئے مٹ جائے۔

نعیم بن عبداللہؓ یہ سُن کر ہنستے ہیں اور کہتے ہیں کہ عمر! تم خود دیوانے ہو کہ محمد (صلعم) سے لڑائی مول لیتے ہو۔ آخر تمھاری اور بن عدی کی طاقت ہی کیا ہے کہ بنی ہاشم اور زہرا کا مقابلہ کرو جبکہ آج حمزہؓ جیسا شجاع "محمدؐ" کا پشت پناہ ہے"

حضرت عمرؓ جواب دیتے ہیں کہ "نعیم! ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید تم بھی صابی ہو گئے ہو۔ کیا اپنا دین چھوڑ چکے ہو؟" جو مجھے حمزہؓ کی شجاعت سے ڈراتے ہو۔ مجھے کس کا خوف ہے تلوار میرے ہاتھ میں ہے قوت میرے بازو میں اور ایک جری دل پہلو میں

نعیم بن عبداللہؓ کہتے ہیں "عمر! سنو!! میں اپنے صابی ہونے سے زیادہ حیرت انگیز خبر سناتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ تمھارا گھرانا بھی "صابی" ہو چکا ہے۔ تمھارا بہنوئی سعید بن زید اور تمھاری بہن فاطمہؓ دونوں مسلمان ہو چکے ہیں پہلے اپنے گھر کی خبر لو دیکھو صابی کون ہے؟ میں یا بنی عدی کے افراد .... پھر دوسروں کا جائزہ لو"

عمر اس جواب سے سخت برافروختہ ہو کر کہتے ہیں کہ "اچھا دیکھتا ہوں صابی کون ہے؟ تمھارے کذب و بہتان کی تحقیقات کرتا ہوں اگر واقعی سعید و فاطمہ مسلمان ہو گئے ہیں تو جا کر تلوار سے ان

کا خالفت کروں

اعجاز قرآنی

حضرت عمرؓ نہایت جوش و غضب میں بھرے ہوئے اپنے بہنوئی کے مکان پر جاتے ہیں اور وہاں ایک عجب تماشا دیکھتے ہیں کہ مکان کے اندر سے قرآن شریف کے پڑھنے کی آواز آرہی ہے دیر تک خاموش کھڑے اس کلام کو سُنتے ہیں۔ پھر کچھ سوچ کر اندر داخل ہو جاتے ہیں۔ خبابؓ جو اس وقت سعید و فاطمہ کو سورہ طہٰ سکھا رہے تھے عمر کے خوف سے ایک طرف چھپ جاتے ہیں عمرؓ سعید سے سوال کرتے ہیں کہ یہ کیا آواز تھی جو میں نے سُنی شاید تم صابی ہو گئے ہو" سعید جواب دیتے ہیں کہ "عمر! بھائی یہ بتاؤ کہ اگر حق تمھارے دین کے سوا دوسری جگہ ملے تو اسے کیوں نہ لیا جائے"

سعید کے اس جواب پر عمرؓ اس قدر بگڑتے ہیں کہ انھیں زخمی کر دیتے ہیں فاطمہ بنت خطاب اپنے خاوند اور بھائی کے درمیان حائل ہوتی ہیں اور خاوند کو بھائی کی مار سے بچانے میں زخمی ہو جاتی ہیں یہاں تک کہ خون زخموں سے جاری ہو جاتا ہے لیکن کلمہ شہادت زور سے پڑھتی ہوئی کہتی ہیں کہ "اے بھائی! تم میرے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے بھی کر دو تب بھی اس مقدس دین کو ہرگز نہیں چھوڑ سکتی"

ان کا جوش ایمان، استقلال اور ہمت دیکھ کر بھائی کا دل نرم ہوتا ہے اور کہتے ہیں کہ "اچھا مجھے بھی وہ چیز دکھاؤ جو تم پڑھ رہی تھیں" فاطمہ وہ اوراق پیش کرتی ہیں جو پڑھ رہی تھیں جن پر سورۂ طٰہٰ مکتوب تھی۔

حضرت عمر ان آیات کو پڑھ کر سکتہ کے عالم میں ہو جاتے ہیں اور اعجاز قرآنی سے کچھ ایسے مسحور ہوتے ہیں کہ بولنے کی طاقت نہیں رہتی آخر کہتے ہیں "بہن تمہارے استقلال اور اس کلام کے اعجاز نے میرے دل کو نرم کر دیا ہے۔ میں ابھی رسول اکرم کی خدمت میں جا کر حاضر ہوتا ہوں اور اسلام قبول کرتا ہوں۔

قبول اسلام

فاطمہؓ سے رخصت ہو کر عمر ابن خطابؓ سیدھے بیت ارقم کا رخ کرتے ہیں۔ برہنہ شمشیر اسی طرح ہاتھ میں ہے مگر نہ جوش ہے اور نہ غضب و غصہ مسلمان ان کو اس حالت میں "بیت ارقم" کی جانب آتا دیکھ کر تشویش میں پڑ جاتے ہیں۔ حضرت حمزہؓ بن عبدالمطلب بھی بھیر کر تلوار ہاتھ میں لیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ "اگر قبیلۂ عدی کا جوان فساد کی نیت سے آیا ہے تو میری تلوار کو بھی کند نہ پائیگا۔ ہاشمی تلواروں کی دھار عدی کی تلواروں سے زیادہ تیز ہے"

آنحضرت فرماتے ہیں کہ عمر کو آنے دو" اور جب عمر قریب پہنچتے ہیں تو ان سے خطاب کیا جاتا ہے "اے عمر! ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالےٰ

تم پر ذلت وارد کرے۔ حضرت عمرؓ آگے بڑھتے ہیں اور کلمہ شہادت پڑھ کر داخل اسلام ہو جاتے ہیں۔ اس خوشی میں مسلمان نعرۂ تکبیر اس زور سے بلند کرتے ہیں کہ صفا کی پہاڑی گونج اٹھتی ہے۔ عمرؓ رسول اللہ سے عرض کرتے ہیں کہ اے نبی کامل! فاطمہ کی قوت ایمانی اور استقلال نے مجھے نرم بنا دیا اور اعجاز قرآنی نے ایمان میرے دل میں سنگ مرمر کے نقش کی طرح کندہ کر دیا ہے آپ علانیہ اسلام کی تبلیغ کریں اور خانہ کعبہ میں نماز ادا فرمائیں

سنہ ۶ ماہ ذی الحج کا پہلا موقع تھا کہ مسلمان حضرت عمرؓ کی اعانت میں مذہبی فرائض کھلم کھلا ادا کرنے کی غرض سے داخل ہوئے

فاطمہ کے جوش ایمان اور استقلال سے اسلام کو فاروق اعظم عمر ابن خطاب جیسی ہستی ملی ہے جو اپنے عہد خلافت میں قیصر و کسریٰ کی سلطنتوں پر فتح پا کر اسلام کی بنیادوں کو دنیا بھر میں مضبوطی سے قایم کر دیتی ہے یہ "بہن" کی محبت نہیں تو اور کیا ہے؟

ہار میں جیت

میری پیاری آسما "غزوۂ مصطلق" کی تیاری شروع ہے اس غزوہ میں قدرت نے "قرعہ" میرے نام پر نکال کر سرور دو عالم کے ساتھ شریک سفر ہونے کا شرف بخشا۔ حضرت صلعم مجھے اپنے ساتھ "غزوۂ مصطلق" میں لے جا رہے ہیں کیا تم مجھے اپنا ہار عاریتاً نہ دوگی؟ عائشہ صدیقہؓ نے اپنی بڑی بہن حضرت اسما سے نہایت معصومانہ انداز میں کہا

"حمیرا! یا عینی۔ ایک عقیق احمر کا ہار کیا۔ میری جان بھی تم سے فدا ہے۔ ایک کیا ایسے تو ہزارہا ہار تم پر نثار کر دوں" یہ کہتے ہوئے حضرت اسما نے عائشہ صدیقہ کو جنھیں وہ پیار سے حمیرا کے نام سے پکارا کرتی تھیں، ہار دیا اور کہا "عینی! اگر تم تھوڑا صبر کرو تو میں اس میں مضبوط تاگا ڈال دوں کیونکہ اسکے تاگے بہت کمزور ہیں۔ مجھے ان کے ٹوٹنے کا اندیشہ ہے......

"میری بہن! گھبراؤ نہیں" عائشہ صدیقہ نے ہار گلے میں ڈال کر کہا "تمہارا ہار محفوظ رہیگا۔ میں اس کے ایک ایک دانہ کو جان سے زیادہ عزیز رکھونگی کچھ فکر نہ کرو۔ اللہ تم کو برکت دے شکریہ! تم نے میری خواہش کو پورا کیا۔ خدا تمہاری آرزوؤں کو پورا کریگا اور جزائے خیر دے گا" یہ کہہ کر خوشی خوشی بہن کے گھر سے بیتِ نبوی کی طرف روانہ ہوئیں

(۲)

۵ھ کا آغاز ہے باوجود ہجرت کے بانیٔ اسلام اور مسلمانوں کو مدینہ میں بھی آرام نصیب نہیں۔ کفارِ مکہ کی عداوت میں کچھ فرق نہیں۔ رات دن وہ تمام عرب میں رسول صلعم اور آپ کی پاکیزہ تعلیمات کے خلاف ایک گمراہ کن پروپیگنڈا پھیلانے میں مصروف ہیں۔ اسلام و بانیٔ اسلام کے استیصال پر تلے ہوئے ہیں۔ نواحِ یثرب کے مختلف یہودی قبائل سے ساز باز جاری ہے ان کو مسلمانوں کے خلاف اُبھارا جا رہا ہے تاکہ وہ مسلح ہو کر مسلمانوں کا جنگ میں خاتمہ کر دیں۔ منافقوں کا سردار "عبداللہ بن ابی" تمام سازشوں میں حصہ لے رہا ہے اس کی منافقت ابو جہل و ابو سفیان کی کھلم کھلا مخالفت و عداوت سے کہیں زیادہ خطرناک ہے۔ اس کی گہری چالیں اور خفیہ سازشیں ایک طرف کفارِ مکہ کو اپنے جال میں پھنسا رہی ہیں اور دوسری طرف مدینہ کے قرب و جوار کے تمام

عرب اور یہودی قبائل اس کی فتنہ پردازی کی آماجگاہ بنے ہوئے ہیں
یہود اس کی سحر بیانی سے پیغمبر خدا صلعم اور اسلام کے اور بھی مخالف
ہوگئے ہیں۔ ان کے شعرا اپنی نظموں سے اور خطیب اپنی تقریروں سے
بادیہ نشین قبائل میں آتش حرب بھڑکا رہے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مختلف
عرب اور یہودی قبائل بالخصوص جلا وطن "یہود" اسلام سے برسرپیکار ہوتے
ہیں۔ "دومہ" کا محاذ بہ ہوتا ہے جس میں اللہ کی طرف سے نصرت اسلام
کے شامل حال ہوتی ہے ابھی اس مہم سے فرصت تک نہ ہونے پائی تھی کہ
"بنی مصطلق" کے یہود مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ایک زبردست لشکر جمع
کرنا شروع کر دیتے ہیں اور "بنی مصطلق" کو روزانہ مختلف مقامات
سے کمک پہنچنے لگی ہے غرضکہ اسلامیان مدینہ کے لئے جنگ کے سوا
چارۂ کار نہیں رہتا۔ سرور عالم مدینۂ منوّرہ سے آٹھ منزل آگے بڑھ کر
"بنی مصطلق" کے یہود سے معرکہ آرا ہوتے ہیں اور یہود اور اُن کے
یلغار کو شکست فاش دے کر فتح و نصرت کے ساتھ مدینہ منوّرہ
کی طرف مراجعت فرماتے ہیں۔

(۱۳)

عسکر اسلام منزلیں طے کرتا ہوا مدینہ کی طرف سفر کرتا ہے آیت
"حجاب" کا نزول ہو چکا ہے۔ عائشہ صدیقہ ایک اونٹ پر ہودہ میں سوار

حضور صلعم کے ساتھ شریکِ سفر ہیں۔ شام ہو چکی ہے۔ لشکر شب بھر کے
لئے مدینہ سے ایک منزل کے فاصلے پر قیام کرتا ہے تاکہ علی الصباح سفر کی
تیاری ہو۔ آیاتِ حجاب کی عاملہ عائشہ صدیقہ صبح سویرے ضروریات کیلئے
قافلے سے علیحدہ ہوتی ہیں اور جب واپس آتی ہیں تو اپنے اونٹ پر سوار ہونے
سے پیشتر اپنے سامان پر نظر ڈالتی ہیں کہ اچانک ہاتھ گلے تک پہنچتا ہے
حضرت اسما کی امانت کو اپنے زیبِ گلو نہ دیکھ کر پریشان ہوتی ہیں۔ اپنے
وعدہ کا خیال آتا ہے اور ایک عالمِ اضطرار میں پکارتی ہیں "اے اسما
کے ہار! تجھے کیا ہوا"؟ اور فوراً ہار کی تلاش میں پھر لشکر سے علیحدہ ہو جاتی
ہیں اور بعد بصد جستجو و بسیار تلاش چند بکھرے ہوئے دانے نظر آتے ہیں
آپ ایک ایک کرکے اُن کے جمع کرنے میں مصروف ہو جاتی ہیں حتیٰ کہ
تمام دانے آپ کو مل جاتے ہیں۔ اُن کو اکٹھا کرکے واپس قیامگاہ میں
آتی ہیں تو دیکھتی ہیں کہ لشکرِ اسلام کوچ کر چکا ہے۔ وہ مقام جہاں پر
حضور صلعم اور آپ کے جاں نثار انصار و مہاجر مقیم تھے وہاں ایک متنفس
بھی نہیں۔ ایک سنسان اور ہو کا عالم ہے اور اکیلی بنت ابوبکرؓ عالمِ یاس
میں دُعا کیلئے ہاتھ اُٹھاتی ہیں کہ "اے ستار و غفار! اے حافظِ حقیقی!!
پردۂ غیب سے میری رہنمائی کے سامان پیدا کرتا کہ میں خیر و عافیت سے
منزلِ مقصود پر پہنچ جاؤں"۔ ابھی دعا مانگ ہی رہی تھیں کہ بابِ استجابت

واہوتا ہے اور "صفوان بن معطل" لشکر کی گمشدہ اشیاء بچھڑے اور بھولے ہوئے لشکریوں کی تلاش اور رہنمائی کے لئے آپہنچتا ہے پیکر شرم و حیا مجسمۂ عصمت و عفت کو کہ جس پر ع

دامن نچوڑ دے تو فرشتے وضو کریں

کی مثال پوری صادق آتی ہے دور سے دیکھتا ہے اور بہ آواز بلند انا للہ کہہ کر اپنے اونٹ پر سوار کرکے لشکر اسلام میں پہنچا دیتا ہے

(۴)

منافقین اور کفار کے دلوں پر اسلامی فتوحات کا سکہ بیٹھ چکا تھا اب رسول خدا صلعم کو ایذا دینے اور صدمات و تکالیف پہنچانے تمسخر اڑانے، راہ میں کانٹے ڈالنے۔ آپ کی پاکیزہ تعلیمات کو جھٹلانے ہنسی مذاق کرنے اور (نعوذ باللہ) دیوانہ، ساحر اور مجنون وغیرہ کہنے کا وقت نہیں رہا تھا۔ زمانہ بدل چکا تھا۔ اس وقت جاں نثار شمع رسالت پر پروانہ وار اپنی جانیں قربان کرنے کو تیار تھے مگر عبداللہ بن ابی منافق جس کے رگ و ریشہ میں منافقت پیوست ہو چکی تھی ایسے موقع پر کب چوکتا تھا اس نے فوراً "کذب عظیم" اور "افک مبین" کھڑا کیا۔ اور دامن عائشہ صدیقہ کو تہمت سے ملوث کرنے کی ناپاک کوشش میں مصروف ہو گیا۔ اپنے ساتھ اس کوشش میں حمنہ بنت حجش، حسان بن ثابت اور

مسطح کو بھی شریک کر لیا۔ ایک ماہ تک طوفانِ عظیم برپا رہا اور اُس پیکر عصمت پر کہ جس کے پسینے سے فرشتے وضو کرنا باعث نجات تصور کرتے ہوں کذب و افترا سے بہتان لگائے گئے۔ آخر حق کی فتح ہوئی اور "آیات برئیت" کا نزول ہوا۔ عائشہ صدیقہ کی ذات با برکات عورت ذات کے لئے باعث رحمت و نجات ثابت ہوئی۔ تہمت و افترا کی سزا کے احکام جاری ہوئے۔ نیک خواتین کی عفت و عصمت کو کذاب اور مفتریوں کے بہتان سے بچانے کے لئے ایک نئے قانون کا اضافہ ہوا یعنی ہر مفتری کو جب تک وہ ثبوت پیش نہ کر سکے سزائے تازیانہ دی جائے تاکہ صنف نازک بد باطنوں کے زبانی حملوں سے محفوظ رہے اور بیکس و بے بس معصوم و مظلوم خواتین اپنی دادرسی کو پہنچیں۔

(۵)

"میری پیاری حمیرا مجھے اجازت دو کہ اس کمبخت ہار کو ٹکڑے ٹکڑے کر دوں" حضرت اسماء نے بیحد افسردگی سے کہا "مجھے پہلے سے معلوم ہوتا کہ یہ اس قدر منحوس ثابت ہوگا اور میری بہن پر اس قدر مصائب و تکالیف کا طوفان برپا کرے گا تو سچ! اسے کب سے نیست و نابود کر چکی ہوتی"

"ٹھیرو ٹھیرو اسما!" زینب بنت جحش نے کہا جو عائشہ کی مزاج پرسی کے لئے حضرت ابوبکرؓ کے مکان پر آئی ہوئی تھیں، کیونکہ عائشہ صدیقہؓ

اس " افک مبین " کے باعث شدید طور پر بیمار تھیں اور اپنے والد کے مکان پر مقیم تھیں۔

" تمہارا یہ خیال غلط ہے کہ یہ ہار منحوس ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اسکی گمشدگی کے باعث عائشہؓ کو اتنے عرصے بعید پُرالم زندگی بسر کرنی پڑی لیکن الحمدللہ کہ پیاری عائشہ اس امتحان میں ثابت قدم آترین۔

" حقیقت تو یہ ہے کہ یہ ہار عائشہؓ کے لئے باعث برکت ثابت ہوا ہے کیونکہ آیات برئیت و تیمم کے نزول کا باعث یہی ہے جسکے لئے ساری دنیائے اسلام عائشہؓ کی شکرگزار ہے اور اسید بن حضیر جیسے جلیل القدر صحابی تک کو کہنا پڑا کہ " اے آلِ ابوبکر! تم لوگوں کے لئے سرمایۂ رحمت ہو" پس یہ ہار باعثِ رحمت ہوا "

" عزیز بہن زینب! میں تمہاری بیحد شکرگزار ہوں کہ تم نے اس واقعہ ہائلہ میں میری اس قدر دلجوئی کی اور اگرچہ حمنہ تمہاری بہن تک عبداللہ بن ابی کے کہنے میں آگئی لیکن باوجود اس رشتے کے جو تم دونوں کے درمیان حائل ہے۔ تم نے حضور صلعم سے میری تعریف ہی کی مجھے ایسی بہن پر فخر ہے اور بجا فخر " عائشہ صدیقہ نے مسرت سے آنسو بہاتے ہوئے کہا اور حضرت زینبؓ کے گلے میں دونوں ہاتھ

حمائل کر دئے جس کے جواب میں حضرت زینبؓ نے ان کی نازک انگلیوں کو آنکھوں سے لگالیا اور کہا "پیاری عائشہ! میں نے جو کچھ کہا وہ میرا فرض تھا اور سچی حقیقت جس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا شکریہ کی اس میں کوئی بات نہیں۔ لو اب جلدی سے اچھی ہو جاؤ۔ بیت نبوی میں تمہارے بغیر رونق نہیں۔ اس ہار کو بھی ہم اپنے ساتھ لے چلیں گے اور اسے تمہاری ہار میں جیت" اور واقعہ "افک" کی یادگار کے طور پر اپنے پاس حفاظت سے سنبھال کر رکھیں گے"



پیش نظارہ

جنگ بدر میں آنحضرت صلعم کی شاندار فتحیابی نے قریش مکہ کے وقار کو خاک میں ملا دیا۔ یہ شکست ایسی نہ تھی کہ قریش اسے آسانی سے بھول جاتے چونکہ اس جنگ میں کئی ایک سرداران قریش بھی قتل ہوئے تھے اس لیئے ان میں جذبۂ انتقام کی ایک آگ بھڑک اٹھی اور ابوسفیان نے "شام" سے واپس آکر اس کے شعلے اور بھڑکا دئے اور نہ صرف قریش مکہ ہی کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے ابوسفیان نے تیار کیا بلکہ نواحی قبائل کو بھی اپنے ساتھ شامل کر لیا

پہلا کام جو ابوسفیان نے کیا وہ یہ تھا کہ مکہ کے دارالندوہ میں شرفا و سرداران قریش کی ایک مجلس مشاورت قائم کی جس میں اسود بن عبدالمطلب، جبیر بن مطعم، صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل حارث بن ہشام، عمر ابن العاص وغیرہ کو مشورہ کیلئے بلایا اور بعد مشاورت قرار پایا کہ بدر کی شکست کا انتقام مدینہ پر حملہ کرکے لیا جائے جنگ کی تیاری فوراً شروع ہو اور شام کی تجارت سے جس قدر منافع

ہوا ہے وہ تمام رقم حربی تیاری پر خرچ کی جائے۔ اس فیصلہ کے بعد
مختلف قبائل کی طرف وفود روانہ کرکے اُن کو دعوتِ شرکتِ جنگ دی
گئی ہبیرہ بن وہب، ابن الزبعری، ابو عزۃ الجمحی، عمرو بن العاص بطور
سفیر مختلف قبائل کی طرف گئے اور انھیں اپنے ساتھ شامل کرکے
ایک کافی لشکر جمع کر لائے

بعد ازاں قریش کی بہادر و مشہور مستورات کو ساتھ لینے کا
مشورہ ہوا اور قرار پایا کہ ان خواتین کو جنگ میں شامل کرنا ضروری
ہے تاکہ وہ جنگی خدمات ادا کریں اور بوقت ضرورت مردوں کو بھی
جوش دلا سکیں چنانچہ تین ہزار کا لشکر تیار ہوا جس میں سات سو زرہ پوش
دو سو سوار اور باقی اسلحہ سے مسلح تھے۔ یہ لشکر مدینہ کے قریب جا کر مقیم
ہو گیا اور اپنے اونٹ اہلِ مدینہ کے کھیتوں میں چرنے کے لئے چھوڑ دئیے
جنھوں نے شاداب کھیت اُجاڑ کر رکھ دئیے

حضرت صلعم کو جب اس لشکر کی آمد کا علم ہوا تو آپ نے
حباب بن المنذر کو دیکھ بھال کے لئے روانہ کیا۔ حبابؓ نے حضور
کی خدمت میں آکر بیان کیا کہ لشکرِ قریش کم و بیش تین ہزار ہوگا جو کہ
ہر طرح کیل کانٹے سے درست ہے اور اسلحہ سے آراستہ ہے۔ آپ نے
یہ سن کر فرمایا "حَسْبُنَا اللّٰہُ وَنِعْمَ الْوَکِیْل"

اظہارِ رائے عامہ

لشکر قریش کی آمد کے دوسرے روز، انصار و مہاجر حضور کے پاس حاضر ہوئے تاکہ حملہ کی نوعیت پر غور و خوض کیا جائے عبداللہ بن ابی مشہور منافق نے کہا کہ "ہمیں قریش کا مقابلہ مدینہ کے اندر رہ کر ہی کرنا چاہیئے۔ صحابہ کبار، مہاجرین و انصار کی اکثریت اور خود آنحضرت صلعم کی رائے بھی یہی تھی کہ اندریں حالات مقابلہ مدینے کے اندر رہ کر ہی ٹھیک طرح ہو سکے گا۔

مگر نوجوانان مدینہ جو جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے ازحد اصرار کرتے تھے کہ میدان میں نکل کر دشمن کا مقابلہ کر کے جام شہادت حاصل کریں۔ ان کے علاوہ حضرت حمزہ۔ سعد بن عبادہ۔ نعمان بن مالک اور دیگر شجاعان اسلام بھی کہنے لگے کہ اگر ہم نے میدان میں کفار کا مقابلہ نہ کیا تو قریش کو آئندہ کے لئے جسارت ہو جائیگی اور وہ ہمیں حقیر سمجھنے لگیں گے۔ مالک بن سنان نے کہا "یا رسول اللہ! اگر ہم نے میدان میں کفار کا مقابلہ کیا تو دو نعمتوں میں سے ایک تو ضرور حاصل ہو گی یا فتح اور یا شہادت"۔ پھر ابو سعید کھڑے ہو کر بولے۔ "آقائے دو جہاں! قریش سال بھر کی تیاری کے بعد ہم پر حملہ آور ہوئے ہیں۔ انھوں نے ہمیں محصور کرنے کا ارادہ کیا ہے اگر وہ یہاں

سے ہماری زراعت و باغات تاراج کر کے واپس ہوئے تو ان عربوں کو جو ہمارے ارد گرد ہیں مدینہ پر حملہ کرنے کی جرأت ہو جائے گی کیونکہ یہ قبائل ہمیں بزدل خیال کریں گے اور ہر طرف سے ہم پر حملوں کا سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ لازم ہے کہ ہم قریش کا خدشہ ہمیشہ کے لئے مٹا دیں" حضور سرور کائنات نے ان تقاریر کو نہایت سکون کے ساتھ سنا۔ بعد ازاں نماز جمعہ سے فارغ ہو کر فرمایا کہ جہاد فی سبیل اللہ کی منظوری دی جاتی ہے ہر ایک اپنے اپنے طور پر کمر بستہ ہو جائے

مجاہدین

تیاری کا حکم سن کر مجاہدین جمع ہونے شروع ہوئے۔ بہت سے معمر اور اپاہج بھی ذوقِ شجاعت میں اپنی تلواریں لئے حاضر تھے حضور نے انھیں جنگ میں شامل ہونے سے منع کیا تو بولے کہ ہم کو تو مرنا ہی ہے چارپائی پر مرے یا میدانِ احد میں۔ ناچار انھیں اجازت دی گئی خواتین اسلام اور نونہالان قوم بھی تیار ہو گئے

بعد ازاں عمر ابن الجموح جو اپاہج بھی تھے اور بعید کبیر سن بھی خدمت نبوی میں حاضر ہوئے اور کہا کہ میرے چاروں فرزند۔ بیوی اور سالا آپ کے ساتھ ہیں مجھے بھی شریک جنگ ہونے کی اجازت دیجائے جنھیں شوقِ شہادت میں بیتاب دیکھ کر فوری اجازت مل گئی

المختصر کُل سات سو بچے، بوڑھے نوجوان اور اپاہج اسلام کے
جھنڈے تلے جمع تھے جن کا مقابلہ قریش کے تین ہزار مسلح جوانوں سے تھا
عبداللہ بن ابی منافق مع اپنے تین سو ہمراہیوں کے اسلامی
لشکر میں تھا مگر یہ معلوم کرکے کہ مقابلہ میدان میں ہوگا۔ یہ اپنے
رفیقوں کو لے کر علیحدہ ہوگیا۔
اب اسلامی لشکر کی یہ حالت تھی کہ کُل فوج میں دو شخص
سوار تھے۔ صرف ایک سو زرہ پوش اور باقی چھ سو کے پاس تو تلواریں
بھی نہ تھیں عجب بے سروسامانی کا سامنا تھا
مگر یہ جذبۂ شہادت اور حفاظت اسلام تھی کہ بچے اور بوڑھے
تک جوشِ شجاعت سے سرشار تھے۔
بالآخر حضورؐ نے لشکر کی طرف مخاطب ہوکر فرمایا کہ "بسم اللہ
پڑھ کر چلو۔ جس قدر تم صبر و استقامت سے کام لوگے اُتنی ہی
فتح و نصرت تمھارا ساتھ دے گی"
پھر آپ احد کی طرف بڑھے اور شمیبین (دو ٹیلوں کا نام ہے)
کے قریب خیمہ زن ہوگئے۔ اس جگہ رات گزار کر صبح کو فوج کو ترتیب
دی اور وہ اس طرح کہ احد کو پشت کی طرف رکھا اور مدینہ کو سامنے
تیر اندازوں کو عینین کی طرف قائم کرکے تاکید کی کہ ہرگز اپنی جگہ

نہ چھوڑیں۔ پھر ایک روح پرور تقریر فرمائی جس نے مجاہدین کو سراپا
غرقِ شوقِ شہادت کر دیا

معرکہ

لشکر کفار میں مستوراتِ قریش گیت گا رہی تھیں اور دف
بجا بجا کر اپنے مردوں کو جوش دلاتیں قریش کی طرف سے پہلے چند
غلام اور نامی پہلوان مقابلہ پر آئے اور شکست کھا کر یا تو بھاگ گئے۔ یا
مقتول ہوئے۔ آخر ش جنگِ عام شروع ہو گئی حضور صلعم کی تدابیر مکمل
تھیں اور تائیدِ غیبی بھی ساتھ تھی اس لئے مشرکین شکست کھا کر بھاگ نکلے
لشکرِ اسلام نے اُن کا پیچھا کیا۔

مُسلم تیر اندازوں نے جو کفار کو پیچھے ہٹتے دیکھا تو باوجود اپنے
سردار عبداللہ بن جبیر کے منع کرنے کے لوٹ میں شامل ہو گئے اور عبداللہ
کے پاس محض آٹھ دس تیر انداز رہ گئے۔ یہ ایک فاش غلطی تھی جس کا
خمیازہ بہت بُری طرح مسلمانوں کو اٹھانا پڑا کیونکہ خالد بن ولید کی دوربین
نگاہ نے جب تیر اندازوں کے مورچہ کو خالی پایا تو اسلامی لشکر پر عقب
سے حملہ کر دیا (خالدؓ اس وقت تک مسلمان نہیں ہوئے تھے بلکہ کفار
کے رسالہ کے کمانیر تھے) لشکرِ قریش نے جو خالد کو عقب سے حملہ آور ہوتے
دیکھا تو وہ سامنے سے مقابلہ پر لوٹ آیا۔ اب مسلمان ہر طرف سے نرغہ میں

تھے اور قریب تھا کہ ایک لشکر جرار جو تعداد میں اُن سے چوگنا تھا انھیں بالکل ملیامیٹ و نابود کر دے

مگر اسلامی فوج کا جرنیل وہ صاحب کمال انسان تھا جسے قدرت نے زندگی کے ہر شعبے میں کمال عطا فرمایا تھا۔ اس تجربہ کار افسر نے فوراً اپنی فوج کی نازک حالت کا اندازہ کر لیا اور اپنے آپ کو خطرہ میں دیکھ کر بھی قوم کو بچانے کے لئے کہا " الی عباد اللہ انا رسول اللہ (اے خدا کے بندو! میری طرف آؤ۔ میں خدا کا رسول ہوں) اس آواز کا بلند ہونا تھا کہ مسلمان ہوش میں آگئے اور ہر چہار طرف سے سمٹ سمٹا کر شمع رسالت کے گرد جمع ہو گئے۔ چودہ جانباز جن میں سات مہاجرین تھے اور سات انصاری پروانہ وار اپنے آقا پر جانیں قربان کر رہے تھے

اسی اثنا میں مصعب بن عمیر شہید ہو گئے یہ کچھ کچھ حضور صلعم کے ہمشبیہ تھے۔ لشکر میں غل مچ گیا کہ سرور دو عالم شہید ہو گئے مسلمان سکتہ میں رہ گئے نہ ہاتھوں میں لڑنے کی قوت رہی اور نہ پہلا سا جوش سخت بے قراری کی حالت میں یونہی مبہوت سے پھر رہے تھے

انس بن النضر نے جب یہ کیفیت دیکھی تو کہا کہ "مسلمانو! اگر رسول اللہ شہید ہو گئے ہیں تو ہم زندہ رہ کر کیا کرینگے جس بات کے لئے آنحضرت صلعم جنگ کرتے تھے یعنی "حفاظت اسلام" اسکی اب بھی

ضرورت ہے۔ ہم اس کے لئے لڑتے رہو"

غرضکہ اسی طرح ایک دوسرے کی ہمت بڑھاتے اور لڑتے رہے یہاں تک کہ اس امر کا علم ہوا کہ حضرت صلعم زندہ و سلامت ہیں تو سب کے سب آپ کے قریب جمع ہو گئے لیکن اس عرصہ میں حضور کافی طور پر زخمی ہو چکے تھے

لشکر کے روحِ رواں کو اس حال میں دیکھ کر مسلمان پھر اُٹھے اور کچھ ایسی بے جگری سے لڑے کہ لڑائی کا نقشہ ہی بدل گیا اور دشمن ان کی فوری زد میں آگیا لیکن خود ہی پیچھے ہٹ گیا

جنگ کو روک کر دشمن نے مسلمان شہدا کا مثلہ کیا یعنی ان کی ناک اور کان وغیرہ کاٹے گئے۔ ہندہ زوجہ ابوسفیان نے امیر حمزہ کا جگر نکال کر چبا ڈالا

ابوسفیان نے بلند آواز سے پکار کر کہا کہ محمد (صلعم) ابوبکرؓ و عمرؓ زندہ ہیں یا سب مارے گئے۔ حضور نے اصحاب کو منع فرمایا کہ کوئی جواب نہ دے۔ پھر ابوسفیان نے کہا کہ "یہ سب قتل ہو چکے ہیں"

یہ سُن کر عمرؓ سے نہ رہا گیا اور وہ بولے کہ " اے دشمنِ خدا ہم سب زندہ ہیں"

پھر ابوسفیان نے اپنے بُت ہُبل کا نام احترام سے لیا۔ لشکرِ اسلام

نے "اللہ اعلیٰ و اجلّ" سے اس کا جواب دیا۔
ابوسفیان نے اپنے دوسرے بُت عزّیٰ کی شان میں قصیدہ پڑھا
آنحضرت نے جواب دیا "اللہ مولانا ولا مولا لکم" (اللہ ہمارا حافظ و مددگار ہے اور تمھارا کوئی مددگار نہیں)۔
یہ سن کر ابوسفیان میدانِ جنگ سے واپس چلا گیا۔
مسلمانوں میں سے جو لوگ حملہ کی شدت کے وقت بھاگ گئے تھے انھوں نے مدینہ پہنچ کر خبر دی کہ مسلمانوں کو شکست ہوئی ہے مگر جب انھوں نے اپنے گھروں میں داخل ہونا چاہا تو اُن کی بیویوں نے اُنھیں مطعون کیا اور بہت سی خواتین حضور صلعم کی خیر خیریت معلوم کرنے کے لئے روانہ ہو گئیں۔ ایک انصاریہ کو جب اُن کے تمام عزیز و اقارب کی شہادت کا علم ہوا تو وہ "انّا للّٰہ" کہہ کر خاموش ہو گئیں لیکن جب حضورؐ کے بخیریت ہونے کا علم ہوا تو اس قدر مسرور ہوئیں کہ ان کا تمام رنج و غم مسرّت میں تبدیل ہو گیا تھا۔

پشنارہ

ہند بن عمر، جنگِ احد میں مسلمانوں کو پانی پلانے پر مامور تھیں اور وقتِ ضرورت زخمیوں کی مرہم پٹی بھی کرتیں۔ لشکرِ قریش کے واپس جانے پر یہ خاتون زخمیوں کی دیکھ بھال میں مصروف تھیں کہ انھیں

اپنے خاوند عمر بن الجموح کی لاش کے چار ٹکڑے ملے۔ ابھی یہ ان چار ٹکڑوں کو اٹھانے ہی لگی تھیں کہ ان کی نظر اپنے بھائی عبداللہ بن عمر کی لاش پر پڑی۔ اس کے بھی اسی طرح سے چار ٹکڑے تھے۔ ہند نے ان ٹکڑوں کو بھی خاوند کی لاش کے پاس رکھ دیا پھر انھیں اپنے نوجوان فرزند خلاّد بن عمر کی نعش ملی۔ اسے بھی خاوند اور بھائی کے قریب لے آئیں اور تینوں لاشوں کو ایک چادر میں باندھ کر گٹھڑی بنالی پھر اپنے اونٹ پر لاد کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئیں۔

ابھی تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ اونٹ وہیں ٹھہر گیا اور باوجود ہزار کوشش کے بھی وہ اسے آگے نہ بڑھا سکیں۔

اتفاقاً عائشہ صدیقہ کا اس طرف گزر ہوا۔ آپ بھی اس وقت لشکر اسلام کے ہمراہ تھیں۔ ہند بن عمر کی پریشانی اور اونٹ کی سرکشی دیکھ کر آپ ٹھہر گئیں۔ پشتارے میں سے لاشوں کے سر کھلے نظر آ رہے تھے۔ حضرت عائشہ نے پوچھا کہ "تم انھیں کہاں لے جانا چاہتی ہو؟" ہند نے جواب دیا کہ "تدفین کے لئے مدینۂ منورّہ"

اور پھر اونٹ کو اٹھانے لگیں۔ اونٹ اٹھ کر کھڑا تو ہو گیا اور بظاہر چلنے کو بھی تیار تھا لیکن جب اس کی مہار کھینچ کر ہند نے مدینہ کا رخ کیا تو پھر سے بیٹھ گیا۔ اب حضرت عائشہ معاملہ کی تہہ کو پہنچ چکی تھیں

آپ نے اُحد کی طرف رُخ کرنے کے لئے فرمایا تو
شتر نہایت آسانی و خاموشی سے اُس طرف روانہ ہوگیا۔ ہندہ بھی
مجبور ہو کر عائشہ صدیقہ کی ہمراہی میں میدان جنگ کی طرف لوٹ گئیں
اور وہاں پہنچ کر اونٹ کی سرکشی کا ذکر کیا۔ حضور نے دریافت فرمایا کہ
"جب عمر بن الجموح گھر سے بارادۂ شہادت نکلے تھے تو انھوں نے
کوئی وصیت بھی کی تھی؟" ہندہ نے جواب دیا کہ بوقت روانگی یہ
کلمات عمر کی زبان سے ادا ہوئے تھے "اللھم لا تردنا الی اھلی
خذیا وارزقنی شھادۃ (میرے معبود! مجھے اپنے اہل کی طرف
خوار و شرمسار نہ پھیرنا پڑے بلکہ مجھے درجۂ شہادت نصیب ہو")
آنحضرت نے عمر بن الجموح اور عبداللہ بن عمر ہر دو سالے
اور بہنوئی کو ایک قبر میں دفن کرنے کا حکم دیا۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ
اس وجہ سے کیا گیا کہ لاشوں کے ٹکڑے مخلوط ہو گئے تھے اور بعضوں
کا قیاس ہے کہ چونکہ دونوں میں نہایت الفت تھی اسلئے اکٹھا دفن کیا گیا
بعد تدفین شوہر و فرزند و برادر، ہندہ نے خاموشی سے اِنَّا لِلّٰہ
پڑھا بغیر ایک آنسو بہائے دعائے مغفرت مانگی اور حضور صلعم سے رخصت ہو کر
اُحد کی طرف روانہ ہو گئیں اور وہ بھی اس حال میں کہ سب کچھ اُحد کے
حوالہ کر چکی تھیں لیکن لب پر کلمہ شکر تھا اور سر افتخار سے بلند

اعجاز قرآن

طلوع اسلام کا پہلا سال ہے بانیٔ اسلام اور اہل اسلام پر
مصائب کی حد گزر چکی ہے جس شخص پر مسلمان ہونے کا شمّہ بھر بھی
شبہ ہوتا ہے اُس کی جان ہر لمحہ خطرہ میں ہے اور بڑھتی ہوئی تکالیف
تبدیل مذہب کا نتیجہ! اس پر بھی ہر آنے والا دن کئی دلوں کے
لئے سعادت دارین لے کر آتا ہے مخالفت کے تیروں کی بوچھاڑ
ہے اور خون کے پیاسے دشمنوں کا نرغہ! لیکن کوئی طاقت انھیں
آغوش اسلام میں آنے سے باز نہیں رکھ سکتی

بہر حال اب ایذا رسانیاں برداشت سے باہر ہیں اس لئے
حضور صلعم مسلمانوں کو ہجرت کا حکم دے چکے ہیں تاہم آپ مکہ ہی
میں مقیم ہیں تاکہ گمراہوں کو صراط مستقیم دکھا سکیں اور دشت و جبل
سے صدائے حق بلند ہو۔ خود ہر لمحہ معرض خطر میں ہیں لیکن
رفقا کو دار الامن کی طرف رخصت کر دیا ہے

صبح صادق کا وقت ہے صفا و مروہ کی پہاڑیاں

لات۔ منات ہبل اور عزی ونائلہ کی توصیف سے گونج رہی ہیں قریش شراب میں مدہوش ہیں اور نشۂ نخوت میں چور بت بتوں کی شان میں قصیدے پڑھ پڑھ کر زمین و آسمان کے قلابے ملا رہے ہیں لیکن سچے اور قابل پرستش خدا کے نام سے بیزار ہیں اور اُس کے نام لیواؤں کے درپئے آزار۔

ایسے وقت میں حضور صلعم حرم شریف میں تشریف فرما ہیں۔ قوم کی مخالفت نے قلب پر گہرا اثر کیا ہے لیکن لبوں پر کلمات شکر جاری ہیں۔ زبانِ مبارک سے کوئی کلمہ بھی نکلتا ہے تو قوم کے لئے دعائے خیر و بصیرت۔

بیٹھے بیٹھے آپ پر عالم استغراق طاری ہو جاتا ہے اب "محمد" ہیں اور ان کا معبود۔ نہ معلوم اسی حالت میں کس قدر وقت گزر جاتا ہے کہ ایک قریش سردار آ کر اس کیفیت کو توڑ دیتا ہے

یہ شخص عتبہ بن ربیعہ ایک نامور قریشی سردار ہے اور فصاحت و بلاغت میں اپنا ثانی نہیں رکھتا۔ اہل مکہ اپنا آخری حربہ استعمال کرنا چاہتے ہیں یعنی حضور صلعم کو زر و مال کا لالچ دے کر تبلیغ اسلام بند کرانا۔ اس لئے عتبہ کو قاصد بنا کر آپ کے پاس بھیجا ہے اور ان کا قیاس ہے کہ وہ محمد (صلعم)

کو اپنے ڈھب پر لانے میں کامیاب ہو جائے گا

حرم میں داخل ہوتے وقت عتبہ پر رُعب طاری ہو جاتا ہے لیکن جب حضور صلعم نہایت خندہ پیشانی سے اُس سے ملتے ہیں اور آنے کی وجہ دریافت فرماتے ہیں تو عتبہ کو بھی کھویا ہوا نطق مل جاتا ہے اور وہ کہتا ہے

"یا محمدؐ! میں تمھارے پاس پیغام صلح لے کر آیا ہوں"

حضور صلعم جواب دیتے ہیں کہ "اس سے بڑھ کر اور کس بات کی ضرورت رہ جاتی ہے کہ تمام معاملات بغیر کسی قسم کے فساد کے سلجھا لئے جائیں تاہم تمھاری شرائط صلح کیا ہیں؟"

عتبہ جواب میں کہتا ہے "محمدؐ! تم قوم میں 'امین' کے لقب سے مشہور ہو۔ تمھاری شرافت اور پاکیزگی اخلاق میں کسی کو کلام نہیں لیکن تمھارے اس نئے دین نے لوگوں میں تفرقہ ڈال دیا۔ ہمارے بھائی 'صبائی' ہوتے جا رہے ہیں۔ تمھارے سحر نے انھیں کچھ ایسا مسحور کر دیا کہ وہ اپنے عزیز و اقارب سے بھی بیگانہ ہو گئے ہیں اور قوم کی نظروں میں ذلیل! ہم لوگ تمھیں کچھ کہنا چاہتے ہیں اگر غور سے سنو اور منظور کر لو تو فریقین کی بہتری کا باعث ہو گا"

سرورِ کائنات فرماتے ہیں "اے ابن ربیعہ! تمھیں جو

کچھ کہنا ہے بے کم و کاست کہہ دو میں اپنی رائے بعد میں ظاہر کرونگا"

عتبہ کہتا ہے "موجودہ ہنگاموں سے تمہارا مقصد نہ معلوم کیا ہے۔ قریش کے بڑھتے ہوئے مظالم بھی ان عزائم میں سد راہ نہ ہو سکے اگر ان شورشوں کی آڑ میں خواہش زر و مال کام کر رہی ہے تو ہم تمہیں اس قدر مال و دولت دے سکتے ہیں کہ مکہ کے کسی امیر کے پاس نہ ہوگی اگر شہرت کی آرزو ہو تو ہم تمہیں اپنا سردار تسلیم کر لیں گے اگر ملک چاہتے ہو تو عرب کے بادشاہ بن جاؤ کسی کو اس میں بھی اعتراض نہ ہوگا آسیب کا خلل ہو تو ملک کے بہترین حکیم سے تمہارا علاج کرایا جائیگا اگر یہ شرائط بھی منظور نہیں تو پوری طرح سمجھ لو کہ قریش کا بچہ بچہ تمہارا دشمن ہے اس صورت میں یہ جذبہ نفرت اور بھی بڑھ جائے گا"

عتبہ کے دوران تقریر میں حضورؐ بالکل ساکت رہتے ہیں۔ اس کے خاموش ہو لینے پر ارشاد فرماتے ہیں کہ "اے عتبہ! مجھے تمہارے روپے کی ضرورت نہیں اور نہ سلطنت درکار ہے۔ میں تو صرف اللہ کا ایک بندہ ہوں۔ اس کا کلام سناتا اور نصیحت کرتا ہوں تاکہ تمہاری دنیا بھی سدھر جائے اور عاقبت بھی برباد نہ ہو"

عتبہ حیران تھا کہ کس قدر قانع۔ متقی اور بردبار انسان ہے جسے نہ سلطنت کی پرواہ ہے اور نہ دولت کا خیال۔ بس

ایک نادیدہ معبود کی کو سے اور اسی کے نام کی تلقین

اب حضورؐ نے سورہ سجدہ کی ابتدائی آیات اسے سنائیں جن کا مطلب یہ ہے کہ "یہ کتاب (قرآن) خدائے رحمٰن اور رحیم کا کلام ہے لیکن بہتیرے اس سے لاعلمی ظاہر کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم نہ ان باتوں کو سمجھ سکتے ہیں اور نہ سن سکتے ہیں اس لئے تم جو چاہو اپنے لئے کرو اور ہم جو چاہیں گے اپنے لئے کرینگے۔ اے محمدؐ! انھیں بتا دو کہ میں بھی تمھاری طرح ایک آدمی ہوں ہم سب کا خدا ایک ہے اس لئے اسی کی طرف جانا چاہئے اور اسی سے گناہوں کی معافی مانگنی ضروری ہے"

حضورؐ کے دوران تلاوت میں عتبہ اس قدر متاثر ہوتا ہے کہ بالکل مبہوت حالت سکتہ میں سنتا رہتا ہے۔ جب آپ خاموش ہوتے ہیں تو کہتا ہے "لات ومنات کی قسم! میں نے آج تک ایسا جادو اثر کلام نہیں سنا تھا۔ اسکی فصاحت واقعی طاقت بشری سے باہر ہے"

دوسرے روز تمام قریش ایک جگہ جمع ہوگئے تاکہ عتبہ کی صلح کا جواب سنیں اور آئندہ کیلئے دیگر تدابیر اختیار کی جاسکیں۔

لیکن اُن کی حیرت و تعجب کا ٹھکانا نہ رہا جب عتبہ جیسے قادر الکلام مقرر کی زبان سے یہ الفاظ نکلے کہ "میں محمدؐ سے ایسا شیریں کلام سُن کر آیا ہوں کہ سحر و ساحری سے مشابہت دینا اس کی توہین ہے اور شعر و شاعری کہنا اس کی وقعت کم کرنا ہے۔ اے اہلِ قوم! مجھے تو اس کے مقاصد میں کامیابی کا عنصر نظر آتا ہے اور اس کے الفاظ میں حقیقت و صداقت۔

قریش یہ سُن کر بگڑ بیٹھے اور طنز یہ طور پر کہنے لگے کہ "عتبہ! محمدؐ کے سحر نے تجھ پر بھی اثر کر دیا ہے شاید تو بھی اُس کے جنگل میں پھنس گیا" لیکن عتبہ کا جواب وہی تھا یعنی حقانیتِ اسلام کی تصدیق اور اعجازِ قرآن پر یقین"

جس کی سب سے بڑی دلیل یہ ہے کہ ان دنوں عرب مشہور عالم شاعروں کی آماجگاہ تھا اور بڑے بڑے فصحا کا مسکن۔

لیکن اُن کی سیکڑوں تدابیر بھی کوئی ایسا مضمون نہ تیار کر سکیں جو بلاغتِ قرآن کا عشر عشیر بھی مقابلہ کر سکتا

اُن کے قصائد آیاتِ قرآن کے مقابلہ میں بے روح تھے اور ہر بڑھتی ہوئی سعی، سعیٔ ناکام۔

(پرنٹر آدم علی غلام حسین نے عباسی لیتھو آرٹ پریس فریئر روڈ کراچی میں چھپایا)

DUE DATE